U32344 1-12-04

Title - Dard Baaqi-o-Durd Saaqi

Creator - Khwaja Meer Dard; Murattiba Raja Narsingh Raj Bahadur.

Publisher - Sardar Press (Hyderabad).

Date - Not Available

Pages - 148

Subjects - Khwaja Meer Dard - Rubaiyaat

درد باقی
و
درد ساقی

یہ ایک ایسا نادر مجموعہ ہے جس مین ہندوستان کے ولی کامل
صاحبدل فیوض مین نادر فرد حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے

رباعیات ہین

جنکا منظومہ ترجمہ علاوہ مضامین و رباعیات مصنفہ خود موحد کامل عالیجناب
معلی الالقاب راجہ گردھاری پرشاد بنسی راجہ محبوب نواز ونت بہادر المتخلص باقی
صدر سررشتہ دار جمعیت باقاعدہ وبیقاعدہ وشرف باورچیخانہ وخانسامانی سرکار عالی

(فرمایا ہے)

مرتبہ

راجہ نرسنگھ راج بہادر خلف اکبر راجہ صاحب مرحوم و مغفور

مطبوعہ
سردار پریس حویلی قدیم حیدرآباد

۳۶۴۳۲۴۲

دردِ باقی
و
دُردِ ساقی

یہ ایک ایسا نادر مجموعہ ہے جس میں ہندوستان کے ولی کامل صاحبدل فیوض بین نادر فرد حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے

رباعیات ہیں

جنکا منظومہ ترجمہ علاوہ مضامین و رباعیات مصنفہ خود موحد کامل عالیجناب معلی الالقاب راجہ گردہاری پرشاد منشی راجہ محبوب نواز دنت بہادر المتخلص باقی صدر سررشتہ دار جمعیت باقاعدہ وبیقاعدہ ومشرف باورچیخانہ وخانسامانی سرکار عالی

:(فرمایا ہے):

مرتبہ

راجہ نرسنگھ راج بہادر خلف اکبر راجہ صاحب مرحوم و مغفور

مطبوعہ

سردار پریس حویلی قدیم حیدرآباد

۱۳۳۲ ھ

فہرست مضامین دردِ باقی و دُردِ ساقی

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۱	تمہید	۱
۲	سوانحعمری راجہ گردھاری پرشاد محبوب نواز ونت باقی	۱۱
۳	کلام عالیجناب باقی بیکنٹھ باشی نظم و نثر در معرفت	۴۱
۴	رباعیات خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ معہ ترجمہ منظومہ حضرت باقی مرحوم	۶۹
۵	رباعیات مصنفہ راجہ باقی بیکنٹھ باشی۔	۱۲۸

رام بابو سکسینہ
MUSLIM UNIVERSITY ALIGARH LIBRARY

شبیہ راجہ گردھاری پرشاد محبوب نواز ونت بہادر باقیؔ

MUSLIM UNIVERSITY ALIGARH. LIBRARY Date ....

تمہید

رباعی حضرت میر درد علیہ الرحمۃ

گر دعویٔ ہستی ست بہتان ست این
در شکوہ نیستی ست کفران ست این
اے حضرتِ انسان تحیر انجام
خود را نشناختی چہ عرفان ست این

موت اور زیست کا سوال نہایت نازک اور اہم ہے۔ اس کے سمجھنے سے اپنی ذات کی خبر ملتی ہے۔ اور اس خوشخبری کے حصول سے خیالات کی حالت بدلجاتی ہے۔ انسان کا دل ایک ایسا پلٹا کھاتا ہے کہ جس کے بعد پھر کوئی سوال حل طلب نہیں رہتا۔ اس مسئلہ کی لاپرواہی دنیا و مافیہا سے بیخبر رکھتی ہے۔ اور عذاب و ثواب خوف و خطر ادائی فرائض کی کوتاہی اسکی نافہمی کا موجب ہے۔ البتہ اس کے متعلق وہ دوسری روحانی حالت ضرور قابل تعظیم ہے جو انتہائی معراج کہی جاسکتی ہے اور جو شاذ دلدادگانِ خدا کو نصیب ہوا کرتی ہے۔ ایک مرتبہ مہاراجہ یدھشٹر سے جن کا نام دھرم راج بھی تھا اور جن کا ذکر خیر مہابھارت میں جابجا ملتا ہے یہ پوچھا گیا تھا کہ کونسی چیز دنیا میں عجیب و غریب ہے تو اس یکتائے زمانہ مہاراجہ نے یہ جواب دیا کہ انسان موت کے متعدد سانحات دیکھتا ہے اور متاثر ہو کر بھی فراموش ہو جاتا ہے۔

یہی ایک عجیب بات ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی اعجوبہ نہیں ؟؟ مگر ایسے
شخص کی جس نے دنیا اور اوس کے میدان کارزار میں قدم رکھا ہے بغیر
اس سوال کے سوچے سمجھے آنکھیں نہیں کھلتیں کیا دنیوی امور کی ادائی
اور کیا دینی فرائض کی سربراہی بجز اس نازک مسئلہ کی معلومات کے ناممکن ہے
انسان چاہے لاکھ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ وہ اس
دریا کا تیراک ہے اور ہزار طرح سے اپنی تحریر و تقریر یا جد و جہد ظاہری سے
بتلائے کہ اُس نے اِس رمز کو پا لیا ہے جو منشاء زندگی ہے۔
ہرگز عرصہ دراز تک اس راز کو پردہ خفا میں نہیں رکھ سکتا ہے ایسا کام
جو دانائی راستی اور راست بازی و فراست سے مبرا ہو نمائشی ہوگا دھوکہ ہوگا
اور نام و شہرت کی خواہش روڑے اٹکائے گی۔ اور آخر کار اس کا
یہ انجام ہوگا کہ سعی لاحاصل ثابت ہوگی اور سب تدبیریں بے سود۔
ہم دیکھتے ہیں کہ سیکڑوں کام آغاز ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اور شاندار
طریق سے ان کا افتتاح ہوتا رہتا ہے۔ لیکن آج اکثر ان میں سے نابود ہیں بلکہ
نام و نشان تک نہیں ملتا۔ ان کے وجوہ نیستی کی تحقیقات کیجائے تو
صرف اسی ایک نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ ناکمل زندگی۔ خواہش نام و شہرت
اور عدم موجودگی صداقت نے ایسے کاموں کو ملیامیٹ کر دیا اور آج وہ
جامہ نیستی میں روپوش ہیں۔ امیر ہو یا غریب دانا ہو یا نادان جب تک اِس
بات کو اچھی طرح نہ سمجھ لے وہ کسی کام کے لائق نہیں رہتا نہ اس کا کوئی
کام بار آور ہو سکتا ہے۔ صرف سمجھ لینا یا کسی چیز کا ظاہری علم رکھنا کافی نہیں
ہے بلکہ عمل کرنا ظاہر و باطن میں صفائی اور یکرنگی پیدا کرنا نہایت لازمی اور
ضروری ہے۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ پاک اور اعلیٰ زندگی ہی دوسروں کی

فلاح کر سکتی ہے اور ایک مقدس عملی زندگی ہزاروں زندگیوں کو راہ راست پر لا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو خود نہ سنبھلے دوسروں کو کیا سنبھالیگا۔ جو خود نہ عمل کرے کسی اور سے کیا عمل کی توقع رکھ سکتا ہے جس دل میں خود درد نہ ہو وہ کسی اور کے درد کو کیا جانے۔

ہر کسے ناصح برائے دیگران		ناصح خود یافتم کم درجہان	
درد بسمل کو غیر کیا جانے	غالب	جو کہ گھائل کبھی ہوا ہی نہو	

کسی کو یہ کہنے کا ہرگز استحقاق نہیں ہے کہ دنیا ایسے شخصیتوں سے خالی ہے جو ان معاملات کے رازداں کہے جا سکتے ہیں یا جنہوں نے اپنے فرائض زندگی کی تکمیل میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ بغیر اعمال نیک اور صفائی قلب بے غرضانہ خلق کی خدمت دشوار ہے اور اس کے لیئے بزرگان دین کی صحبت یا معلم روحانی کی ضرورت ہے۔ قلب کی صفائی اور عملی زندگی کے بغیر دینی اور دنیوی فرائض میں کوئی سرخرو نہو سکا۔ نہ اہل دنیا نے ایسے شخص کی عزت کی جس نے اس جگہہ آنے جانے کے سلسلہ کو غور سے دیکھکر خود کو جانا اور پہچانا وہی کامل ہوا اور اوسی نے دنیا میں ایسے کام کئے جو آج تک سیکڑوں ہزاروں برسوں کے بعد بھی بالکل ایسے ہی تازہ ہیں جیسے کہ اوائل میں تھے۔ اب تک ان کا نیک نام نہایت عزت و محبت سے لیا جاتا ہے جنہوں نے جیتے جی خلق خدا کی بے مثل خدمت کی۔ اور مرنیکے بعد بھی

نادر تصانیف رہنمائی شائقین و طالبین کے لیئے چھوڑ گئے۔ وہ
بے شک زندہ رہیں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے ان کا کلام
ان کی دائمی زندگی ہے اور ایسا بیش قیمتی خزانہ ہے کہ جو باوجود مصارف
کبھی نہیں گھٹتا اور نہ اوس میں کوئی کمی ہوتی۔ ان کا بے نظیر کلام
نصائح و پند کی صورت میں اب بھی ہر وقت دستگیری کرتا ہے۔
اور متلاشی دین و دنیا کو رہبری کا کام دیرہا ہے۔ مبارک ہیں ایسے
بزرگ جنہوں نے احسان عام کیا ہے۔ اور مبارک ہے وہ قوم اور
سرزمین جہاں ایسے متبرک اور مبارک شخصیں پیدا ہوکر اپنے وجود
مسعود کی غیر موجودگی کے باوجود دیگر ہزارہا مخلوق خدا کے حق میں
کارآمد اور مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ صفائی باطن کے حاصل کرنے
میں کسی تخصیص کا دخل نہیں ہے نہ یہ کسی خاص مذہب و ملت کا
ورثہ ہے۔ قدرت سب کے لیئے یکسان رحیم و کریم ہے۔ اُس کے میزان
عدل میں کبھی کسی کے ساتھہ سختی یا رعایت بیجا نہیں ہوتی اور نہ کوئی
متنفس یہ کہنے کا مجاز ہے کہ وہ مالک حقیقی کسی پر زیادہ رحم کرم کرتا ہے
اور کسی پر کم۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جو اس کی بے ریا اور بے غرضانہ
خدمت کرے وہ اس کا پیارا ہے۔ اور جو اوسکی مخلوق اور بندوں
سے بے تعصب محبت اور الفت برادرانہ کا برتاؤ کرے وہی اسکا
لاڈلا ہے۔ اس مسئلہ میں زیادہ طوالت دیکر میں اپنی محدود و ناچیز
معلومات سے تضیع اوقات نہیں کرنا چاہتا۔ میرا مطلب اُن بندگان
خدا سے ہے جو عامل و کامل تھے اور خدمت خلق کی ادائی کے اہل
اور قابل مانے گئے۔ چنانچہ ان میں سے میں دو کامل شخصیتوں کا ذکر

آپ کے روبرو کرنا چاہتا ہون - جن کو یہ سعادت دارین حاصل تھی
میری مراد اس سے حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمتہ سے ہے کہ جنکے
پرمغز تصانیف اور صفائی قلب کا نمونہ اس کتاب مین پیش ہوگا - اور
دوسرے بزرگ میرے محترم و واجب التعظیم والد بزرگوار در اجہ
گردھاری پرشاد محبوب نواز ونت باقی جن کے مشاغل زندگی
کا اندازہ اسی کتاب سے ہو سکتا ہے - مین نے اس تمہید مین
جس مسئلہ کے عنبو کا ذکر کیا ہے وہ ایسے مقبول اور خدارسیدہ
بزرگون سے متعلق ہے کہ جن کا کلام اپنے صوفیانہ اور مستانہ
حالات کا اظہار کر رہا ہے اور محبت و خلوص سے پڑھنے والے
کے لئے بے ریا و بے تعصب ذخیرۂ معلومات مہیا کر سکتا ہے -
صاحب اول الذکر کا مختصر حال مین ناظرین کتب کی دلچسپی و معلومات
کے لیئے کتاب تاریخ شعرا موسومہ آبحیات مصنفہ محمد حسین صاحب
آزاد پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور سے اقتباس کرتا ہوا پیش کرتا ہون
اور راقم کے واجب التعظیم والد بزرگوار کے مختصر مگر ضروری
حالات زندگی بھی اسی کتاب مین مندرج کیے گئے ہین -

حضرت خواجہ میر درد خواجہ محمد ناصر عندلیب کے فرزند تھے -
نالۂ عندلیب ابھی تک مقبول عام و اہل دل حضرات کے لئے وحدت
اور تصوف کا جام بنا ہوا ہے -

خواجہ میر درد دہلی مین رہتے تھے اور سلسلہ پیری و مریدی کے
باعث خاص وقعت رکھتے تھے - بڑے صوفی فقیر متوکل مستغنی
المزاج تھے - چنانچہ آپ نے ایک دفعہ شاہ عالم کو سخت جواب دیا تھا -

اور ان کے خفگی کی کوئی پرواہ کی۔ آپ زبان اردو کے چار رکنوں میں سے ایک سمجھے جاتے تھے۔ آپ کا اردو دیوان مختصر ہے۔ اور آپ نے کبھی قصائد و مثنوی نہیں لکھی۔ آپ نے کئی مہینے تک مفتی دولت صاحب سے مثنوی شریف کا سبق حاصل فرمایا تھا۔ آپ کا ایک مختصر دیوان فارسی بھی ہے۔ کم عمری ہی سے تصنیف کا خداداد شوق تھا۔ (۱۵) پندرہ سال کے سن میں ایک رسالہ اسرار الصلوۃ تحریر فرمایا۔ (۳۹) انتالیس سال کی عمر میں واردات درد نامی ایک رسالہ اور لکھا اور اس کی شرح میں علم الکتاب ایک بڑا نسخہ تحریر فرمایا جس میں ایک سو گیارہ (۱۱۱) رسالے ہیں اور ان میں نالۂ درد۔ آہ سرد۔ درد دل۔ سوز دل۔ شمع محفل۔ واقعات درد و حرمت غنا وغیرہ وغیرہ شریک ہیں۔ آپ کے کلام میں فی الواقعی درد ہے۔ آپ کو علم موسیقی میں بے حد ملکہ تھا۔ اکثر اس فن کے کامل عقیدۃ بغرض معلومات حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے مشاغل نہایت پاکیزہ و مبارک تھے۔ آپ غضب کے متحمل مزاج تھے۔ میر تقی سودا اور جانجانان مظہر آپ کے ہم عصر تھے۔ آپ کے شاگردوں میں قیام الدین قائم قابل فخر استاد تھے۔ اور ہدایت اللہ خان ہدایت اور ثناء اللہ خان فراق علاوہ دیگر کثیر شاگردوں کے قابل ذکر ہیں۔ آپ کا اردو کلام بھی مختصر اور بامعنی ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ ؎

بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ	بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ

آپ کا اسی مضمون کا فارسی شعر بھی ملاحظہ طلب ہے۔

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ ای یارم توئی	ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی

خواجہ صاحب بتاریخ ۲۴ صفر یوم جمعہ ۱۱۹۹ھ (۶۸) برس کی عمر میں بمقام دہلی راہگزائے عالم جاودانی ہوئے۔ کسی عقیدتمند مرید نے آپ کے وفات کی یہ تاریخ کہی ہے۔

ع حیف دنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوب۔

۱۱۹۹

ہر کام یا ارادہ کی تحریک کا کوئی خاص سبب ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے طبع کرنے کا شوق اس وجہ سے ہوا کہ میں نے حضرت والد مرحوم کی ایک قلمی کتاب کتب خانہ میں دیکھی جس میں خواجہ صاحب کی رباعیات فارسی کا والد مرحوم نے اردو میں ترجمہ فرمایا ہے۔ اسی کتاب میں والد متوفی کے مصنفہ فارسی رباعیات اور بعض پر مغز مضامین دیکھے اور دو تین مرتبہ بغور پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے دیکھنے سے میرے دل پر ہر وقت ایک نیا اثر ہوتا تھا اور میں نے یہ ٹھان لی کہ پھر ایک دورہ کر کے اس کو طبع کراؤں مگر دنیاوی کاروبار کی مسلسل مصروفیت نے عرصہ تک اس خیال کو پورا نہ ہونے دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب خلاف توقع حال ہی میں میرے اہلخانہ کا بتاریخ ۱۱ خورداد ۱۳۳۸ف روز دوشنبہ مختصر علالت سے بیوقت انتقال ہو گیا تو مجھے بجائے نشاۃ ماتم بنے اور احباب کے دلگداز

تعزیت آمیز فقرے سننے کے یہ مناسب معلوم ہوا کہ مین سابقہ خیال
کی تکمیل مین وقت کا بجا مصرف کرون - خدا نے مجھہ مین صبر و شکر کی توفیق
دی ہے اور مین رنج و راحت سے متاثر ہونا فہم کا قصور سمجھتا ہون -
اسلیئے مینے اس تصنیف کی تکمیل مین روزانہ تا ختم کار تین چار گھنٹہ وقف
کر دیئے اور میرا وقت ان کلامون کے دیکھنے اور جمع کرنے مین بہت
اچھا گذرا - مجھے ہندی فارسی اور اردو شاعری سے بہت دلچسپی ہے
اور مین خصوصاً صوفیانہ کلام کا ہمیشہ شایق رہا ہون - میرا ناقص
خیال ہے کہ ایک کامل اور صاحبدل شاعر کی تصنیف چاہے کسی زبان
مین ہو نہایت دلکش اور موثر ہوتی ہے اوسکی خوبی نفاست مطالب
کا اندازہ اور اوس کی بلند خیالی اور اعلی مضامین کا توازن اور لطف
وہی شخص پاسکتا ہے جو اس زبان کا ماہر ہو - اور اوس کے
مذاق فہم کے موافق شاعر کے خیالات کا مقصد واضح ہو سکے -
اس کتاب مین سب سے پہلے والد مرحوم کی سوانح عمری اور اسکے
بعد وہ تحریر ہدیہ ناظرین ہوگی جو والد مرحوم کی جدت طبع اور زور
قلم کا نمونہ ہے - اور جس سے حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی
تصنیف کا معائنہ اور اس کے نسبت پر زور خیالات کا اظہار
فرمایا گیا ہے - والد مرحوم اکثر فارسی کلام فرمایا کرتے تھے اور
اس کے فاضل بھی تھے - اردو بہت کم کہتے تھے اور وہ بھی محض
مذاق طبع اور خاص احباب کی خاطر - چنانچہ خواجہ صاحب کی مصنفہ
علم الکتاب کو دیکھنے کے بعد آپ نے صوفیانہ کلام ہونے کی
وجہ رباعیات مین ترجمہ فرمایا ہے جو بجنسہ پیش کیا جاتا ہے - اسمین

ناظرین صرف مضامین اور مطالب کی خوبی پر نظر رکھیں۔ محاورات و بندش وغیرہ پر نہیں۔ کیونکہ یہ زبان اُن کے لیئے اُس وقت مروجہ نہ تھی۔ آپ نے اس کتاب کی جو تاریخ ختم رباعیات پر فرمائی ہے اُس میں اس طرح ذکر فرماتے ہیں۔ ۵

اُنکی جو رباعیات فارسی میں تھیں — اردو میں کیا گو کہ نہ تھی مشاقی

البتہ اسکے بعد جو فارسی رباعیات خود کی مصنفہ ہیں وہ ضرور بنظر تعمق و شوق ملاحظہ فرمائیجائیں حضرت خواجہ صاحب کا کلام نہایت واضح اور عام فہم ہے اور اسکے دیکھنے سے اس بات کا پورا علم ہوتا ہے کہ آپ کس پایہ کے صاحب کشف ذرگ تھے۔ آپ کا کلام با موقع و محل ہوتا ہے اور اپنا اثر کیئے بغیر نہیں رہتا۔ اگرچیکہ اندنوں فارسی کا رواج بمقابلہ سابق بہت کم ہوگیا ہے تاہم ابھی وہ زمانہ بہت دور ہے۔ جبکہ قدردانان کلام فارسی نرہیں یا فارسی کلام نظروں سے غایب ہوجائے۔ میں نے اس وجہ سے اس تصنیف کے طبع کرانے کی خاص جرات کی ہے

کہ ہمارے بادشاہ ذیجاہ — اعلیحضرت حضور پرنور سیدگا تعالی متعالی ظلہم العالی

ہز اکزالٹڈ ہز ہائینس نواب میر عثمان علیخان بہادر خسرو دکن دام اللہ دولتہ و حشمتہ نے عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام اور سرپرستی سے علوم مشرقیہ کے جسم میں تازہ جان ڈالدی ہے اور خود قادر و حامی کلام فارسی میں اور والی ملک معانی نیز امرائے ملک میں فاضل اجل عالیجناب راجایان راجہ مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنتہ بہادر سابق مدار المہام ننپیکار سرکار عالی جیسے خوش قسمتی سے قدردانان اور واقفان حضرت باقی مرحوم میں

موجود ہین جن سے فارسی۔ اردو اور ہندی شاعری کو سجا ناز ہے۔
علاوہ ازین بعض ایسے معزز اور قدیم عنایت فرما اصحاب موجود ہین جو شایق کلام فارسی ہین اور جن کو اب تک اس ناچیز کے والد متوفی کے کلام اور ان کی خوبیون کی یاد تازہ ہے۔
مجھے کتب مصنفہ خواجہ میر درد و حالات وغیرہ کی فراہم کرنے اور اس کتاب کے متعلق قیمتی مشورہ دینے مین میرے والد کے قابل دوست عالم باعمل عالیجناب مولانا مولوی عبدالجبار خان صاحب آصفی منیر منتظم محکمۂ صدر المہامی صرف خاص مبارک نے بیحد امداد فرمائی و نیز جناب ہنمنت راؤ صاحب مہتمم پاتک راؤ صاحب جاگیردار نے نہ صرف وقتاً فوقتاً زحمت دہی کو قبول فرمایا بلکہ اس کے متعلق پرتجربہ مشورہ دیکر علم دوستی کا ثبوت دیا۔ مین اصحاب موصوف الصدر کا تہ دل سے مشکور ہون۔
میری یہ استدعا بیجا نہو گی کہ عجلت مین کوئی سہو کتابت یا سہو نظری ہو گئی ہو تو براہ کرم اصلاح فرما کر مجھے مشکور فرمایا جائے۔
مین اپنے اس تمہیدی مضمون کو ختم کرتا ہوا متمنی ہون کہ معزز ناظرین کی تفریح طبع اور علمی شوق پورا کرنے کے لیئے یہ کتاب مفید ثابت ہو اور میری یہ ناچیز خدمت کسی حد تک مقبول ہو کر رہے۔ فقط

خادم ملک

نرسنگ راج

مختصر سوانح عمری عالیجناب راجہ محبوب نواز ونت مرحوم باقی

حالات ابتدائی و خاندانی

ہے میکدۂ دہر مین نام باقی	ساقی نہ سہی مگر ہے جام باقی
عالی نہ مٹے گا کبھی نام باقی	زندہ جاوید ہے کلام باقی

راجہ گردہاری پرشاد بنسی راجہ محبوب نواز ونت المتخلص بہ باقی بتاریخ غرۂ رجب سنہ ۱۲۴۴ ہجری بمقام حیدرآباد دکن تولد ہوئے۔ آپ رائے نرہری پرشاد صاحب کے فرزند اکبر تھے۔ آپ نے حالات خاندانی اور خدمات کا مختصر تذکرہ اسی کتاب مین فرمایا ہے۔ علاوہ ازین حیات باقی منظوم مصنفہ رائے دوارکا پرشاد صاحب افق مین آپ ہی کے حالات کا تذکرہ ہے۔ اس لیئے یہان تحریر کرنا غیر ضروری سمجھا گیا۔ آپ کے جد اعلیٰ رائے دولت رائے بیگلنہ باشی حضرت نواب آصفجاہ نظام الملک کے ہمراہ اورنگ آباد آئے اور تا قیام شاہی وہین رہکر پھر حیدرآباد تشریف لائے۔ آپ کے جد رائے راجا رام صاحب متوفی سنہ ۱۱۹۸ھ مین محلہ حسینی علم مین مکان خرید کرکے تعمیر عمارت ذاتی کی بنا ڈالی تھی۔ آپکے خاندان مین سب صاحب خطابات اور مناصب تھے۔ اور علم شاعری اور تصوف کا مذاق وراثتاً چلا آرہا تھا۔ آپ کے والد رائے نرہری پرشاد صاحب علم سنسکرت مین اتنا کافی اور معقول دخل رکھتے تھے کہ بسہولت و آسانی گفتگو فرما سکتے تھے۔ عالم ہی نہ تھے بلکہ عامل بھی تھے۔ آپ کے والد رائے نرہری پرشاد جیو نے معروف و مستند کتاب سنسکرت جوگ واشسٹ

(جو معرفت مین بینظیر کتاب ہے) نظم ہندی مین ترجمہ فرمایا تھا۔ اور پنڈتان بنارس سے تحقیق اور تصدیق کے بعد بصرفہ آٹھہ دس ہزار روپیہ یہ کتاب عام مین مفت تقسیم کرائی گئی تھی بلکہ راجہ گرد ہاری پرشاد مرحوم کے تصانیف سے نرہری مال مجموعہ بھجن ہائے متعدد و نرہری گیان اُپدیش وغیرہ ہین صاحب ممدوح نے انتقال کے پندرہ سال قبل گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ اور عمل شغل روحانی مین بالکل مصروف رہتے تھے۔ اور اپنے فرزند اکبر راجہ گرد ہاری پرشاد کو جملہ کاروبار سرکاری اور خانگی تفویض فرماکر بے فکری حاصل کی اور بقیہ عمر یاد الٰہی مین گزاری آپ کا انتقال بتاریخ ۴ ماہ صفر ۱۲۹۰ھ ہوا۔

حالات تعلیم خانہ آبادی وغیرہ

راجہ گرد ہاری پرشاد صاحب مرحوم کے چودہ بھائی بہن تھے۔ آپ کی ایک رباعی مصنفہ مندرجۂ ذیل اس کی وضاحت کرتی ہے۔

رباعی

از جمع برادران بجز من باقی	مشمر کہ یکم زچار دہ تن باقی
نقد این عمر شد ہمہ خرچ عبث	باقی با قیست ہمچو روشن باقی

آپ نے حضرت محمد علی صاحب عاشق سے فارسی تعلیم پائی تھی جو فی الحقیقت سچے عاشق خدا تھے۔ آپکو شاعری فارسی مین بھی حضرت

عاشق صاحب قبلہ اور اُردو مین حضرت فیض صاحب قبلہ سے تلمذ تھا
آپ عرس اوّل الذکر استاد کا بڑی شان اور عقیدت سے فرمایا
کرتے تھے جو ابھی تک ہوتا ہے۔ آپ کی ایک رباعی مین آپنے
اُستاد کی شان مین اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

رباعی

عاشق اُستاد کامل باقی شد	زان مایۂ عشق حاصل باقی شد
از مشغلہ ذکر و زتربیت فکر	آئینۂ معرفت دل باقی شد

آپ ذہین تھے کم عمری ہی مین فارغ التحصیل ہو چکے تھے البتہ بظاہر
ہوتا ہے کہ مطالعہ اور عالمون کی صحبت کے باعث ابتدا سے شعر و سخن کا
بہت شوق تھا۔ اور تصنیف و تالیف مین کم عمری ہی سے منہمک
رہے تھے۔ آپ کی تعلیمی زندگی کے حالات کافی بدست نہو سکے
اس لیئے زیادہ صراحت نہ کی گئی۔

آپ کی شادی اول بعمر چودہ سال ١٢٥٨ھ مین ہوئی۔ اکثر
آپ کی اولاد نرینہ زندہ نہ رہتی تھی۔ چنانچہ منجملہ (٦) چھ لڑکے اور
لڑکیون کے جو محل اوّل سے تھے صرف راے کیشو پرشاد صاحب مددگار
صدر محاسبی سرکار عالی اور ایک دختر جو رائے رام پرشاد صاحب کو
منسوب تھین یادگارون سے رہے تھے۔ آپ کے پہلے محل کا انتقال
١٢٩١ھ ہجری مین ہوا تھا۔ اور آپ کی دوسری شادی عالیجناب
راجایان راجہ مہاراجہ نریندر پیشکار بہادر کے بے حد اصرار و خاص توجہ

عنایات کے باعث رائے بنسی دہر صاحب فرزند رائے عالم چند بیکنٹھ باشی معتمد پیشکاری کے صاحبزادی خورد سے قرار پائی جو راقم کی والدہ ماجدہ ہین۔ مہاراجہ ممدوح بیکنٹھ باشی نے رسم منگنی باغ کیشو گری مین بہ نفس نفیس تشریف فرما ہوکر انجام دلوائی۔ آپ کو موجودگی اولاد کی وجہ شادی کرنے سے قطعی انکار تھا۔ مگر اس اصرار و تقرر نے مجبور کردیا۔ اس کے بعد بھی آپ نے بوجہ مختاری کاروبار خانہ داری رقمی اخراجات کی ادائی و عدم گنجایش کا عذر فرمایا مگر عالیجناب نواب تراب علیخان سرسالار جنگ مختار الملک بہادر اولے نے حکماً شادی کی تاکید فرمائی اور بقایا تنخواہ تعدادی بارہ ہزار روپے (دے عطا کرے) کر انتظام شادی مین صرف کرنے کا خاص حکم صادر فرمایا۔ اب تو آپ اسی سال حسب منشار والد خود شادی کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس شادی مین عالیجناب نواب مدار المہام و مہاراجہ پیشکار بہادر سرکار عالی نے شرکت فرما کر رونق دوبالا کی تھی۔ اس کے بعد آپ کو پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیان تولد ہوئین۔ جن مین سے یہ راقم اور عزیز محبوب راج صاحب موجود ہین۔ اور اناث سے تین دختر ہین۔ آپ کے جوان نیک بخت اور صاحب اقبال صاحبزادہ رائے کیشو پرشاد صاحب عین عنفوان شباب مین بتاریخ ۵۔ محرم ۱۳۰۵ ہجری بروز لنگر مبارک ہاتھی سے گر کر انتقال کر گئے۔ اور شدید دماغی ضرب کے باعث جانبر نہو سکے۔ آپ کو ہمیشہ اولاد کا غم رہا۔ اور اکثر حادثات کے موقع پر آپ کو مایوسانہ یقین ہوتا تھا۔ کہ آپ لاولد رہین گے۔ کیونکہ بعض موقعون پیدا ولادو کو رہے

کوئی زندہ باقی نہ رہتا تھا۔

حالات ملازمت و ترقی مدارج

آپکے تعلیم پانے کے بعد ایک اہم کام آپ کے ہاتھوں انجام پایا جو آپ کی بیدار مغزی اور شہرت کا باعث ہوا۔ کام یہ تہا کہ عالیجناب نواب رونق علیخان شاہ یار الدولہ شاہ یار الملک بہادر کی فوج نے حضرت نواب غفران منزل علیہ الرحمتہ کے حکم کے باوجود بھی اپنے رجوعات نہ کی تہی۔ سوار اور پیادگان دکہنی بالکل آمادہ خدمتگزاری نواب صاحب موصوف نہ تہے اور اس وجہ سے راجہ شنبو پرشاد کے ذریعہ تقسیم تنخواہ کا حکم شاہی صادر ہوچکا تھا۔ راجہ گردہاری پرشاد کے خاص کوششوں اور ایصال تنخواہ بقایا کی ذمہ داری کے سبب فوج نے سر اطاعت خم کی۔ اور یہ اہم کام بآسانی طی ہوگیا اس کے صلہ میں نواب صاحب معز بذات خود راجہ نرہری پرشاد صاحب کے گہر تشریف لا کر راجہ گردہاری پرشاد کو اپنے یہاں کی سررشتہ داری فوج پر دو پانصد روپیہ ماہانہ (۵۰۰) ۱۲۴۷ھ میں اضافۃً مقرر فرمایا۔ یہاں بہت عزت و نیکنامی سے آپنے خدمت انجام دی۔ اور حسن اتفاق سے محفل شعر و سخن اور سکار وغیرہ گرم رہتی تہی کیونکہ نواب صاحب ممدوح خود ان مشاغل کے شایق تہے۔ اسکے کچہ عرصہ بعد ہی آپ کا تعلق خدمات سرکاری سے ہوا۔ آپ کو خدمات سرکاری آبائی اپنے والد کے حسب منشا اور بباعث ضعیفی والد

انجام دینی پڑین۔ آپ کی جدت اور موزونیت طبع پر نواب مختار الملک بہادر
اولے کی بالغانہ اور دوراندیشانہ نظر پڑی اور آپ کا انتخاب
کرکے آپ کے ذمہ فوج باقاعدہ کی ترتیب کا اہم کام سپرد فرمایا۔
آپ نے نہایت استقلال جانفشانی و عرق ریزی سے اس نظم
ونسق مین ذمہ دارانہ حصہ لیا۔ اور افواج باقاعدہ کی استادگی ۱۲۷۹ھ
مین آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی جس کے اخراجات بیس لاکھ روپیے
سالانہ مقرر تھے۔ اس کی تفصیلی حالت اور تاریخ بھی ایک تفصیلی
نظم مین تحریر فرمائی ہے جو مندرجہ کنوز التواریخ ہے۔

سال استادش بگو فوج دغا یا قاعدہ
۱۲۷۹ھ

اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کے صلہ مین صدر سررشتہ داری
فوج باقاعدہ کے عہدہ جلیلہ سے معہ ہوا تحریر سررشتہ داری
سرفرازی فرمائی گئی۔ اس کے بعد بعض جمعداران عرب کے
مظالم وسختیان باعث تخلل انتظام ریاست ہونے لگین۔
اس کے انسداد کی غرض سے نواب مختار الملک بہادر اولے نے
ایک باقاعدہ جمعیت عرب قایم فرمانا چاہی۔ اس اہم کام کے
انصرام کے لیئے بھی آپ ہی کا انتخاب فرمایا گیا اور آپ کو ہر طرح
موزون سمجھا گیا۔ اس کام مین آپ کو بہت زحمتین اُٹھانی پڑین۔
اور سخت مقابلے کرنے پڑے۔ بعض اوقات مخالفین کی
جانب سے آپ کی جان کو خطرہ پہونچانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔
اور حملے کیئے گئے تھے۔ آپ نے استقلال او رہمت کو ہاتھ سے

جانے نہ دیا اور مفوضہ کام انجام دے کر ہی رہے۔ چنانچہ آپ کی
کوششون سے ۱۲۸۸ھ مین جمعیت نظام محبوب کا قیام ہوا۔ اور ان
نمایان کامون کی وقعت و قدر فرما کر اس کی سررشتہ داری بھی سرفراز
ہوئی۔ آپ نے اس فوج کی تفصیلی کیفیت کنوز التواریخ مین درج
فرمائی ہے۔ جس سے استاد کی دو تاریخین آخذ کر کے بدیہ ناظرین
کیجاتی ہین۔ ع فوج سلطان نظام محبوب۔ (۲) عدیم البدل دا ب فوج نظامی
۱۲۸۸ ہجری ۱۲۸۸ ہجری

ان کے علاوہ کارخانہ بنادیق موسومہ صنائع دکن کارخانہ ٹپاخہ بارود سازی
کارخانہ چرمی اور کاغذ سازی وغیرہ کا قیام آپ کے خاص جدت پسند
طبیعت کا نتیجہ تھا۔ اول الذکر کارخانے سے بنادیق و نیز جملہ سامان اسلحہ
بطریق احسن تیار ہو کر پسند عام ہوا۔ افواج و پولیس اضلاع وغیرہ مین
ان کی بیس ہزار تک سربراہی ہوا کرتی تھی۔ بجز کارخانہ کوٹھ بارود جہان
ابھی تک بارود تیار ہوتی ہے دیگر کارخانہ جات باقی نہین ہین۔ مرحوم
کی زندگی ہی مین بعض بوجہ عدم ضرورت توڑ دئے گئے۔ اور چند بعد میں۔ گنجہ جات
داماگنڈم و مڑمیال آپ ہی کے زیر نگرانی و انتظام تھے۔ آپ نے
ان کو رسالہ جات سرکاری کے لیئے محفوظ فرمایا تھا۔ اس طرح سرکاری
ہزارون لاکھون روپیے کی بچت ہوئی۔ آپ کو بلحاظ خدمت آبائی
جملہ تقاریب سرکاری سے تعلق تھا۔ چنانچہ ہر تقریب کے انصرام
مین آپ ہمہ تن مصروف رہتے تھے اور حسب منشاء خداوند نعمت
انجام دیا کرتے تھے۔ آپ اکثر کارہائے سرکاری کے باعث
عدیم الفرصت رہتے تھے۔ آپ حسب الحکم نواب سالار جنگ بہادر و دیوانی

اتالیق اور مقرب شاہی ہوئے تھے۔ اور سباق کے بعض نازک
اور اہم عمل عملیات حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ کے ملاحظہ
مین بغرض وقفیت پیش فرماتے تھے۔ علاوہ تقاریب سالانہ
کے جو تقاریب آپ نے انجام دین تھین ان مین تسمیہ خوانی مبارک
اور رسم علی بند حضرت مرحوم تھین جو سنہ ۱۲۸۶ ہجری و سنہ ۱۳۰۱ ہجری
مین انصرام پائین۔ یہ نہایت شاندار اور اولوالعزم تقاریب تھین جنمین
تمام ملازمین و رعایائے ملک کو شرکت فیضری اظہار مسرت اور
شادمانی کا موقعہ ملا۔ آپ کے زمانہ کارگذاری مین شادی نواب
سر آسمانجاہ مرحوم و شادی نواب سر وقار الامرا مغفور و شادی نواب
آصف یاور الملک مرحوم و عالیجناب نواب خورشید الملک بہادر (۱۲۸۴ھ، ۱۲۸۹ھ)
سنہ ۱۲۹۶ ہجری سنہ ۱۳۱۰ ہجری
انصرام پائی۔ جن کی تاریخین درج کردی گئی ہین۔ آپ کو بلحاظ تعلق
باورچیخانہ مبارک و سربراہی ہمراہیان و اسٹاف سرکاری ہر سفر مین
ہمراہی کا شرف حاصل رہا ہے۔ سفر دہلی و کلکتہ و گلبرگہ شریف
اورنگ آباد و راہچور وغیرہ مین آپ ہی کا انتظام تھا۔ (۱۳۱۱ھ، ۹۳، ۱۳۰۰ھ)
سنہ ۱۳۰۰ ہجری۔
اور بلحاظ پروگرام ایسا انتظام ہوتا تھا کہ اوقات معینہ مقررہ پر بلا تکلف
پوری سربراہی ہوتی تھی۔ آپ کے کام ہمیشہ مقبول شاہی رہے ہین
اور عام نظرون مین پسندیدہ۔ سرکار مرحوم و مغفور نے براہ خسروانہ
آپ کو سفر ورنگل سنہ ۱۳۲۱ ہجری مین ہمراہ سواری مبارک چلنے کا
حکم صادر فرمایا اور اسپشل خاص مین ایک ڈبہ دے کر عزت افزائی

فرمائی۔ آپ پر سرکاری اعتماد کلی تھا۔ چنانچہ اکثر موقع پر بحکم شاہی
قرارداد رسوم کا تصفیہ حضرت بیگم صاحبہ قبلہ مرحوم سے آپ حاضر ہوکر
فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو عالیجناب نواب مختار الملک بہادر والے
نے اپنے اور عالیجناب نواب شمس الامرا امیر کبیر کے درمیان معاملات
ریاست میں حسب تحریک نواب شمس الامرا بہادر سفیر مقرر فرمایا تھا۔
آپ نے ہرچند اس نازک کام کی ذمہ داری لینی نہ چاہی۔ مگر نواب صاحب
ممدوح نے آپ ہی کو اہل و موزون سمجھکر یہ کام تفویض فرمایا۔ چنانچہ
جمادی الاول سنہ ۱۲۹۷ ہجری سے آپ نے اس کام کو بآئین بہین
دو سال تک انجام دیا۔ اور ایسا ربط اتحاد ہردو امرائے سلطنت
مین قایم رہا کہ کبھی کوئی سوے مزاجی کا موقع نہ آیا۔ آپ بزمانہ نواب
مختار الملک اولے روزآنہ باریابی کا شرف حاصل کرتے تھے اور
اکثر مہام سلطنت کا بالمشافہ ارشاد پر تصفیہ و عمل ہوتا تھا۔ آپ
حضرت غفرانمکان علیہ الرحمۃ کی خدمت مین ہر ضروری اور مفید
ملک معاملہ پیش فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ بموقعہ جلوس تقریب
سرکاری کسی شریر النفس شخص نے آپ پر پتھر پھینک کر سر مین ضرب
پہونچائی۔ اور بہت خون نکلا۔ مراحم شاہانہ و عنایات خسروانہ کا
ثبوت اس سے ملتا ہے کہ بفور اطلاع بصدور عنایت نامہ مصدرہ
۹ ذیحجہ سنہ ۱۳۰۱ھ مزاج پرسی فرما کر اعزاز بخشا گیا۔ دوسرے عنایت نامہ
مین یاد فرمائی ہوئی تھی ہردو کے نقول سے ہویدا ہوگا۔

نقل فرمان مبارک مورخہ ۹ ذیحجہ سنہ ۱۳۰۱ھ

گردھاری پرشاد۔

میں نے سنا کہ تمہارے کو کسی نے پتھر مارا اور تمہارے سر میں
چوٹ آئی۔ اب تمہارا درد سر کیسا ہے۔

شرحِ دستخط مبارک
اعلیٰحضرت غفرانمکان

نقل۔ فرمان مبارک مرقومہ ۲ رجب المرجب ۱۳۰۲ھ ہجری۔

گردہاری پرشاد
تمہارے سے کچھ کام ہے۔ بمجرد دیکھنے اس خط کے دیوڑھی پر
حاضر رہو۔

شرحِ دستخط مبارک
اعلیٰحضرت غفرانمکان

ایک دفعہ بوقت ادخال رقم خاصہ بتقریب شادی نبسی خود بمراحم
خسروانہ پذیرائی فرمائی گئی اور تاریخ ۳ شوال ۱۳۰۱ھ ہجری امرا اور
مصاحبین کی یاد فرمائی سے مفتخر و معزز فرمایا گیا۔ حکم اجرا شدہ حسب ذیل تھا۔
"حکم حضور است کہ بتاریخ چہارم شوال روز شنبہ حاضر شدہ در ضیافت
گزرانیدہ گردہاری پرشاد شریک شوند۔"

وقتاً فوقتاً متعدد فرامین بضمن کار سرکاری و غیر سرکاری صادر
ہوتے رہے ہیں۔ جس سے ناچیز مفوضہ خدمات کی پسندیدگی اور
قبولیت ظاہر ہوسکتی ہے۔ آپ کی سرکاری کاروباری زندگی کی
ابتدا عالیجناب نواب سالار جنگ مختار الملک اول سے بہت افزائی
قدر فرمائی اور وہی اس خاندان کے باعث ترقی تھے۔ آپکی زندگی کا

انتہائے عروج اور آخری زمانہ حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ کی قدر دانی پروری و ذرہ نوازی کے طفیل مین عزت و آبرو گذرا۔ آپ ہمیشہ کار سرکاری مین خیر خواہانہ اور بیباکانہ معروضہ پیش فرمانے کی جرأت رکھتے تھے۔ آپ کو سرکاری خیر خواہی کے مقابلہ مین اپنے معتوب ہونے کا کبھی خوف نہین رہتا تھا۔ آپ کے تفویض خاص سرکار کے درازی عمر وغیرہ کے لیئے برہمنون کا تقرر اور ردقیہ و خیرات وغیرہ کا کام تہا جس کا باطلاع و منظوری آپ انصرام فرماتے تھے۔ دربارہائے انگریزی۔ صاحب عالیشان بہادر نواب وائسرائے بہادر اور دیگر گورنران وغیرہ مین آپ سربراہی بانداز اور عطر و ان کی خدمت انجام دیا کرتے تھے جو بطفیل تفضلات شاہی اب تک جاری و برقرار ہے۔ مقربان شاہی مین آپ کی جرأت کسی سے کسی حالت مین کم نہ تھی۔ آپ کو اکثر مدار المہامان وقت امرایان و معززین سلطنت کے اکثر ارشادات خانگی ہر بالمشافہ پیشی حضور پر نور مین معروضہ کرنا پڑتا اور عموماً امور متذکرہ مین آپ کے معروضون کو شرف قبولیت عطا ہوتا تھا۔ شادی کے بعد تمامی امرایان اور معززین سلطنت کو سرپیچ کی سرفرازی بموقعہ دربار معلائی آپ ہی کے ذریعہ ہوتی تہی۔ آپ نے کبھی کسی کی حق تلفی یا شکوہ و شکایت مین حصہ نہین لیا بلکہ متعدد موقعون پر راستبازی اور صاف گوئی سے سفارشین فرمائین۔ اکثر غربا اور بیکسون کے معاملات اور حالات گوشگذار سمیع ہمایون فرماتے رہے جس سے اکثر کام بآسانی طے ہوتے تھے۔ آپکی نشست کا مکان خلوت مبارک مین تھا۔

اور بیزمانہ تقاریب اور یاد فرمائی رات دن وہین قیام رکھنا
پڑہتا تھا - اکثر بمقام سرورنگر و کوہ مولا بزمانہ نہضت افروزی سرکار
آپ کی یاد فرمائی ہوتی تہی - اور آپ کی وہان حاضری رہتی تہی اپنی سہولت
کی خاطر آپ نے ان مقامات پر مکانات بنوائے اور خرید فرمائے
تہے - آپ کو سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین بوقت دربار حکمرانی راجہ بہادری کا
خطاب مع لوازمہ سرفراز ہوا - ۲۹ رجمادی الاول سنہ ۱۳۱۱ ہجری کو
بربناء تحریک نواب عماد السلطنت مدار المہام وقت پیشی سرکار سے
نوبت روشن چوکی اور عماری کی سرفرازی ہوئی - ۷ رجمادی الاول ۱۳۱۲ھ
بتقریب دربار جشن سالگرہ مبارک محبوب نواز وقت کے بخش بہا
خطاب سے آپ نے عزو وقار پایا -

تذکرہ تصانیف و مشاغل علمی

آپ باوجود عدیم الفرصتی مصروفیت کاروبار سرکاری اور سفرہائے متعدد
تصنیف و تالیف کے کام مین مصروف رہا کرتے تہے - اکثر اساتذہ
و علماء وقت آپ کے کلام کو بہت پسند فرماتے تہے - راے بچولال صاحب
تمکین اور مولانا مولوی آغا سید علی شوستری طوبی سناد الملک و مولانا
حضرت عباس رفعت بہوپالی مرحوم و مغفور نے آپ کے کلام پہ
تقریظین تحریر فرمائی تہین - رباعیات بابرکات پیرایہ عروض وغیرہ مین
موجود ہے - خود حضرت اقدس جہان پناہی و عالیجناب نواب
مختار الملک اوسنئے و نواب عماد السلطنت بہادر و عالیجناب راجایان راجہ

مہاراجہ نرندر بہادر و عالیجناب مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت پیشکار و سابق مدارالمہام سرکار عالی و دیگر عمائدین اور امرائے سلطنت آپ کے کلام کو نظر پسندیدگی و وقعت سے ملاحظہ فرماتے تھے۔ آپ کا کلام تصوف معرفت سے پر ہوتا تھا۔ مضامین اونچے اور نازک ہونے کے علاوہ رنگین و نفیس اور دلکش ہونے کے باعث بعض تصانیف ایران تک گئے ہیں اور اکثر ممالک ہندوستان میں تقسیم ہوئے ہیں۔ آپ کے جملہ تصانیف (۳۰) تیس ہیں۔ جن میں سے فارسی نظم کے (۲۰) ہیں اور فارسی نثر میں (۳) تین ہیں اُردو کلام مختصر ہے اور ان میں بھی نظم و نثر کے تین (۳) تصانیف ہیں۔ ہندی زبان بھاکہا میں (۴) تصانیف ہیں۔ آپ کے تصانیف کا سرسری تذکرہ حسب ذیل ہے۔ کتب مصنفہ فارسی نظم یہ ہیں (۱) پیرایہ عروض (۲) یادگار باقی یعنی دیوان غزلیات فارسی (۳) قصائد باقی (۴) بہار عام (۵) مثنوی صنائع بدائع (۶) پرنس نامہ (۷) تہنیات باقی (۸) ضرب الامثال (۹) مکتوبات منظومہ (۱۰) زمزمۂ باقی (۱۱) بھاگوت شریف (۱۲) رامائن مسیحا مولفہ حضرت باقی (۱۳) رباعیات با برکات (۱۴) رباعیات مناجات باران رحمت (۱۵) باقی نامہ (۱۶) باغ رزاق (۱۷) مثنوی شمع منور (۱۸) نشاط باقی (۱۹) کنوز التواریخ (۲۰) کلام متفرقات۔ کتب فارسی نثر (۲۱) افضل التصحیح لغت (۲۲) توشۂ عاقبت یعنی سفرنامہ طبع شدہ (۲۳) مہابھارت نامکمل غیر طبع شدہ۔ تصانیف اردو نظم نثر (۲۴) بقائے باقی دیوان اردو (۲۵) تحقیقات سیاق باقی (۲۶) بیتی چریتر

سوانح عمری سوامی بہاسکرانند سرسوتی ۔ تصانیف بہاکہا (۲۷)
تیرتھہ مال مجموعہ بھجن ہائے بہاکہا ۔ (۲۸) شنیھوپران ۔ (۲۹)
کیشوپران (۳۰) بہاگوت سار ۔ تصانیف نمبر ۳۲ و ۳۳ طبع
نہوسکیں ۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ سفرنامہ انتقال تک مراحتاً تکمیل
پاتا رہا ۔ یہ ضخیم کتاب ہے نمبر (۳۳) بہی مکمل نہوسکی منجملہ اٹھارہ پرب
مہابہارت کے صرف دو پرب ختم ہونے پائے تہے کہ آپکا انتقال
ہوگیا ۔ آپ کا متفرق کلام فارسی اردو اور بہاکہا مین بہت ہے
جو قصائد ۔ غزلیات اور عرائض منظومہ کی شکل مین منضبط ہے اور
زیر ترتیب ہے ۔ آپ فی البدیہہ فرمانے کے بہت عادی تہے
عموماً بوقت حضوری و حاضرباشی بموقعہ دربار یا پیشی سرکار کوئی
مصرع زبان مبارک سے فرمایا جاتا ۔ اور آپ اُسی وقت مصرع
ثانی عرض کردیا کرتے ۔ چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت غفران مکان
علیہ الرحمۃ نے پیشی مین حاضر ہوتے ہی یہ مصرع آپ سے ارشاد
فرمایا کہ اس پر مصرع اولے کہو ۔ میر محبوب علیخان کو نہین جانتے کیا ۔
مرحوم نے فی البدیہہ یہہ مصرع موزون کرکے عرض کیا ع

پوچھئے کیا ہو کہ جس کا ہے تخلص آصفا	میر محبوب علیخان کو نہین جانتے کیا

حضرت جہان پناہی نے سن کر بیحد اظہار مسرت وخوشنودی
فرمایا اور اس مصرع کو اپنی غزل مین شریک کرنیکا اعزاز بخشا ۔
سفر اورنگ آباد مین آپنے مختلف موقعون پر حسب حال جو اشعار

فی البدیہ فرمائے تھے اور جن سے حضرت پیرومرشد اور نواب سالار جنگ بہادر محظوظ ہوئے تھے وہ درج کئے جاتے ہیں -

اشعار فی البدیہ متعلقہ سفر اورنگ آباد

نظم کا کھیت بیٹے دیکھا آج
اور کیا ہو ترقی ثانی

ز شاخ تاک چو انگور شیشہ بدست کشید
فتاد خوشہ پروین بہ پنجہ خورشید

دعوت شاہ بہ مختار مبارک باشد
میز در خانہ سالار مبارک باشد

اکثر رسومات اور تقاریب کے موقع پر اور کسوف خسوف وغیرہ کے اوقات مین حصول منظوری و احکام کے لیئے منظومہ عرائض پیش فرمایا کرتے تھے - آپ کی خط و کتابت شاعری مین اکثر ہند کے اہل علم و فضل سے رہا کرتی تھی - چنانچہ مولوی سید صدیق حسین خان صاحب نواب ملک بہوپال - مولانا مولوی حضرت عباس صاحب رفعت و راجہ درگا پرشاد صاحب مہر - راجہ صاحب سندیلہ رائے جوگل کشور صاحب سیراب بہوپال - رائے دوارکا پرشاد صاحب افق ملک الشعرا لکھنوی - رائے رام سہائے صاحب تمنا اور رائے کانتا پرشاد صاحب فنا وانا مالک اخبار کاسینہ ہشکاری وغیرہ سے عموماً نظم مین خط وکتابت رہتی تہی اور ہمیشہ سلسلہ اتحاد و ارتباط تازہ رہتا تہا - آپ نے رائے جے پرکاش لال صاحب کے - سی - آئی - ای - دیوان ریاست ڈمراون کی دعوت مین بموقعہ کایستہ کانفرنس ۱۳۱۱ھ

فارسی مین قصیدہ فرمایا تھا اور اسی طرح دہلی اور کلکتہ کے سفر مین آپ نے مشاعرہ کے لیئے دو دو غزلین تصنیف فرمائین۔ چند اشعار مشاعرہ کلکتہ اور تحفہ دربار دہلی ہدیۂ ناظرین کیئے جاتے ہین۔

اشعار غزل مشاعرہ کلکتہ

و چند اشعار نمونہ لطیفہ دربار دہلی مصنفہ حضرت باقی

	اشعار	
گوئین رشنیدم شہنشاہ شد		دلم زین حقیقت نہ آگاہ شد
شہنشاہ یورپ شدن مشکل است		اگر بہر ہنداست بے حاصل است
شہنشاہ را تاج بخشی سزا است		ز شاہان اگر باج گیرد روا است
دران وقت این نام با نامی است		دگرنہ فقط لفظ بے معنی است

غزل دیگر

ہست محراب حرم ابروئے تو	کعبۂ ارباب ایمان کوئے تو
ست بیجا ز رضوان کے کشتم	ہست فردوس برین چون کوئے تو
اہل ہفتاد و دو ملت اے حبیب	سلسلہ جنبان شد از گیسوئے تو
در حساب دین دارانش شمار	باقی زار ست یک ہندوئے تو

باز گو باقی غزل گشتند شاد
اہل کلکتہ ز گفت و گوئے تو

ان مقامات پر آپ کے کلام کی بہت قدر و مانگ ہوئی۔ بلدہ مین بھی

پہلے فارسی مشاعرے بہت ہوا کرتے تھے۔ بالخصوص بارہ دری عالیجناب سر مہاراجہ بہادر میں آپ شریک ہوتے اور غزل فرمایا کرتے تھے اور باوجود کثرت کار آپ کا سلسلہ تصانیف کبھی نہیں رکا۔

روز صبح چار بجے سے سات بجے تک یہی تصنیف و تالیف کا مشغلہ رہا کرتا تھا۔ اور شب میں بھی اکثر۔ آپ کی بعض تصنیفیں اس قدر مقبول ہوئیں کہ معتقدین و شایقین اب تک ان کو روزانہ پاٹ یعنی ورد کے لئے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی شنبھو پران اور بھاگوت سار زبان بھاکھا بہت مرغوب ہوئے۔ فارسی کلام میں رباعیات یا برکات یعنی نود و نہ نام اسماء الٰہی اور باغ رنراق جس میں ہر خوردنی و ضروری اشیاء کے خواص از روے اصول حکمت نظم میں بیان ہوئے ہیں۔ بہت پسندیدہ اور کار آمد ثابت ہوئی ہیں آپ نے اپنے زمانہ میں لایق شعرا کو پیشگاہ سرکار میں پیش کرنے سے کبھی احتراز نہیں فرمایا۔ بلکہ پیشقدمی فرمائی۔ چنانچہ بلبل ہندوستان حضرت داغ صاحب و مولانا حضرت عباس رفعت و ملک الشعراء آوارکا پرشاد افق ورا ئے رام سہائے صاحب تمنا و رائے کنہو لال صاحب تائب لکھنو وغیرہ وغیرہ کو آپ نے پیشگاہ اعلیحضرت میں پیش فرما کر ان کے کلام اور تصانیف کے اظہار کا موقع دیا۔ چنانچہ بارگاہ خداوندی سے ان حضرات کو جیغہ سرپیچ و خلعت سے قدردانی اور سرفرازی فرمائی گئی اور صاحب اوّل الذکر کو ملازمت سرکاری اور استادی کا فخر نصیب ہوا آپ ہر موقع او رمحل پر تواریخ اور نظمیں تحریر فرماتے تھے بعض کنوز التواریخ میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر عمارات فلک نما جہان نما وغیرہ وغیرہ کی

و پیدایش اور شادی وغیرہ کی تاریخیں بھی آپ کی کہی ہوئی ہیں۔ آپ نے
انشاراے چمنالال صاحب جید منشی عالم و فاضل جو آپکے ہی قرابت میں تھے
طبع کرائی شہنشاہ جہانگیر کے مشہور شاعر ملا سیح کی رامائن کو آپنے ہی زیر طبع
پہناکر سلک میں پہونچایا۔ اپنے انتقال سے ایک دو مہینہ قبل بزمانہ علالت
ایک رباعی فرمائی تھی جو درج ذیل کیجاتی ہے۔ تتمہ متفرق کلام کسی وقت
ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔

رباعی

از درد مفاصلم نہایت دل شاد
زین درد مرا نام خدا آید یاد
بے دردی باعث فراموشی ہست
گر درد دہد خدا بکن شکر زیاد

تذکرہ کارہائے خیر

آپ کے ہاتھوں نہایت بڑے اور اعلی مذہبی کام انجام پائے۔
اور اسی طرح خیراتی کام بھی جن کا نام و نشان ابھی تک باقی ہے اور
انشاء اللہ تا قیام باقی رہے گا۔ دیول چندرائن گٹہ عرف
کیشو گیری کو آپ نے حسب الحکم و اجازت نواب سالار جنگ بہادر
مدار المہام وقت ۱۲۷۵ ہجری میں اپنے زیر انتظام و نگرانی لیا
اور اپنی ذات سے لکھو کہا روپیہ صرف کرکے اس غیر آباد مقام کو
آباد فرمایا۔ باؤلیات۔ باغات ذاتی تیار کئے۔ اور اکثر

عمارات عالیشان کی تیاری فرمائی۔ اس موضع کو محصور فرمایا۔
دیگر چودہ پندرہ دیولات بھی تعمیر کرائے۔ آپ کو اولاد کے پیاپے
ضائع ہونے سے اُن قدیم اُفتادہ دیولات کا دلی شوق ہو گیا تھا
جو ویران اور کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ
آپ نے زمینات قولی اپنے نام سے بتقررین حاصل کر کے کیشو پیٹھ
عرف کیشو گیری یا چندرائن گٹہ کو آباد فرمایا۔ دیگر معززین و امرایان
سے آمدنی زمینات و یومیہ محاصلی مقرر فرمائے۔ آپ نے اس دیول کی
پوجا پاٹ موقوف شدہ کو ازسر نو جاری کرا کے جاترا کا آغاز
فرمایا۔ اور پوجاری کو جو کہ رہزنی اور ڈاکہ وغیرہ سے ازبس تنگ تھا
اور جس نے آئندہ کے لیئے کاروبار میں عدم مداخلت کا اقرارنامہ
دیدیا تھا بلوا کر مکانات بصرفہ ذاتی تیار کرا دیئے اور اقامت و
حفاظت کا انتظام فرمایا۔ ان کی مسدود شدہ تنخواہیں جاری
کرائیں اور بے حد سلوک کر کے دوسروں سے بھی سلوک کرایا۔
اور پھر وہ ذریعہ آپ نے اختیار فرمایا جس سے آبادی و ترقی
دیول میں کوئی کمی نہ ہو۔ جاترا بڑی شان سے آغاز کی۔ اور اس
دیول کے لیئے جملہ آمدنی و اخراجات بشمول آمدنی رقم نذر ذاتی خود
چھ ہزار چار سو روپیئے مخصوص فرمائے جس میں ذاتی تین ہزار دو سو روپیئے
اور بقیہ رقم دیگر امراء کے عطیہ اراضیات اور مقطعہ جات دیول
وغیرہ کی شامل ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنی ذات سے چودہ ہزار
روپیئے اس دیول کے لیئے نذر کیئے جس میں دو مقطعہ ابھی تک
محاصلی ایک ہزار سے زاید سالانہ کی رہن اور انکی آمدنی دیول کے لیئے

مخصوص ہے - اب بہی یہ جاترا خاص بلدہ کی جاتراؤن مین ممتاز ہے
اور اسی جاترا سے نمایش مصنوعات ملکی کا آغاز ہوا ہے - اسیطرح
آپ نے دیول مالونت عرف پھاٹک شملا واقع اناگوندی کے
افتادہ و بیچراغ دیول کو ۱۳۰۴؁ ہجری مین تعمیر کرایا اور اس کیلئے
بہ نفس نفیس پہر کر چندہ فراہم کیا اور متعدد معززین اور ساہوکارون سے
سالیانے بہی مقرر کرائے گئے جن مین بعض ابہی تک جاری ہین -
دیول داماگنڈم بہی جو بوجہ ضبطی معاش بالکل ہی ناقص حالت مین تھا
آپنے اپنی نگرانی اور اہتمام مین لیکر ۱۳۸۷؁ ہجری سے جاترا اور
پوجا وغیرہ کا آغاز فرمایا - چنانچہ یہ کام بہی اب تک اسی خاندان سے
متعلق اور جاری ہے - یہ پُر فضا مقام وقارآباد سے تین چار
کوس پر واقع ہے - اُس اطراف واکناف مین یہ بہت پر لطف
اور مشہور دیہاتی جاترا تہوار ہولی کے دسوین روز انجام پاتی ہے
آپ نے بمقام مرزاپور عرف بندھیاچل دریائے گنگ پر
ایک گھاٹ بنام کشنو گہاٹ بنظر سہولت وآرام زائرین سال
۱۳۰۳؁ ہجری مین تیار کرایا - اس کے قبل کوئی گہاٹ نہین تھا -
آپ نے اپنے ایک مقطعہ موسومہ توپرہ خورد عرف بری نگر مین
باقی ساگر نامی ایک تالاب پندرہ ہزار روپیے (بصرف) سے تیار کرایا -
جس سے ہزارہا مخلوق اور جانورون کو تشنہ لبی وقلت آب سے
نجات ملی - آپ نے اپنی انا یعنی دایہ کے نام ایک باؤلی کندہ
کرائی جس کا نام گنگا باؤلی ہے - آپ ہر سال حضرت
حسین شاہ ولی صاحب قدس سرہٗ واقع کبوترخانہ قدیم کا عرس شنی

علاوہ دیگر اعراس کے اپنی ذات سے فرمایا کرتے تھے۔
آپ ہر سال ماہ صیام مین روزہ دار دن کے افطار ہی کا
اہتمام فرماتے تھے۔ اور ہر بڑے مرشد کامل کے آنے پر
اُن کی تواضع خاطر داری مین ہزار ہا روپیہ صرف فرماتے تھے
عموماً ہر زبان کے عالم و فاضل بھی بغیر آپ سے ملاقات کئے
واپس نہ ہوتے تھے۔ آپ نے تلپا گرو مہاراج جو مرشد
مشہور و معروف تھے ہزار ہا روپئے اور سیکڑون من غلہ
کی فراہمی اور چندہ سے خدمت کی اور یہ اہتمام کیا کہ صبح سے
شام تک لوگ روزآنہ تا قیام گرو مہاراج بمقام کیشو گری بلا لحاج
حسب منشا مہاراج موصوف کھائین۔ اسی طرح آپ کے حیات مین
دو ایک بڑے کام مثل بکیہ وغیرہ ہوئے۔ آپ بلدہ کے
دو دیولات کے متصلہ مساجد کے جھگڑے کے موقعہ پر بھی
منجانب سرکار تصفیہ کرنے کے لئے مقرر فرمائے گئے تھے اور
بلا کسی فساد و طوالت کے ان مذہبی نزاعات کا خاتمہ ہو گیا۔
بمقام جیر گل ایک کمان اور مکان سنگ بست بغرض آرام زائرین
و معتقدین خاص طور پر تیار کیا گیا جو کثرت جاترا مین عام سہولت
پہونچاتا ہے۔ آپ اپنے والد رائے نرہری پرشاد صاحب مرحوم
کے نام رودموسی پر ایک دہرم شالہ بنوا دیا جو باوجود طغیانی
اب تک بکلیہ قایم ہے اس کی تعمیر سے موسم بارش و گرما مین
جنازہ کے ساتھ آنے والون کو بہت آرام ملا کرتا ہے۔
اس کی تاریخ آپ کی مصنفہ یہ ہے۔ دار باقی نرہری پرشاد
۱۲۹۷ھ

ملاقات بزرگان دین و حالات سیاحت و زیارات

رباعی

دنیا چو سرائے است سفر باید کرد	از رہگذر دہر گذر باید کرد
این جائے مقام نیست آزاہروان	پس ماندۂ راہ را خبر باید کرد

آپ فقیر کامل اور بزرگان دین کے بڑے معتقد تھے۔ آپ کی خوش نصیبی سے سری مانک پربھو مہاراج ساکن مانک نگر ہمنا باد وسری بلیاگر و ساکن ادسہ وسری برھمانند سرسوتی ساکن پیری ضلع اورنگ آباد و جنگلی باوا ساکن بلدۂ حیدرآباد و سری بہاسکرانند سرسوتی مرتاض کامل ساکن بنارس سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا اور سب نے عند الملاقات آپ کی ترقی دینی و دنیوی اور نجات کے لیئے دلی دعا فرمائی تھی۔ جبکہ آپ کی متعدد اولاد ضائع ہو چکی اور راقم کے بعمر پانچ سال (۵) سخت علیل ہونے پر سری بہاسکرانند سرسوتی سے بنارس جاکر ملاقات فرمائی بغیر اظہار حالات سری سوامی مہاراج نے راقم کے لئے اظہار اطمینان دلایا اور فرمایا کہ اس لڑکے سے اطمینان رکھو۔ یہ ہمارے ذمہ ہے چنانچہ مثنوی شمع منور فارسی اور دیپ چندر آردو و سوانح عمری سوامی جی ممدوح میں اس کا تفصیلی ذکر ہے اور اسی وجہ سے راقم کی رسم مکتب خوانی شادی وغیرہ بنارس ہی میں انجام پائی۔ اور آپ

بلحاظ عقیدتمندی ہر سال دو سال مین بغرض ملاقات و قدمبوسی
مہاراج موصوف بنارس تشریف لیجاتے تھے - سری مانک پربھو مہاراج
نے بھی آپ کو دو عصا اور دو طوطے سرفراز فرمائے تھے جس کا
یہ منشا تھا کہ آپ کے اولاد ذکور سے دو یادگار رہین گی - آپنے
اکیس (۲۱) سفر کئے تھے - جو آپ کے سفرنامہ موسومہ توشۂ عاقبت سے
مفصلًا ظاہر ہے - آپ کلکتہ - دہلی - آگرہ - متھرا - بندرابن -
پونہ - بمبئی - مدراس - بالاجی - یہ سری رنگ - شیوکانچی - جگناتھ جی -
سندیلہ ڈمراون بنارس - مرزاپور - الہ آباد - جبل پور - لکھنو -
کانپور - نیم سارن - اجودھیا - گیا جی - امرتسر لاہور - جوالا مکھی
جالندھر - تلجاپور - پنڈھرپور - اجمیر شریف - پشکر راج - جے پور -
بھوپال - اجین - ملکارجن - ناسک - ترنبک - اونکارناتھ -
مالوت بیجاپور - بلاری - بھدراچل - واماگنڈم - اناگونڈی
اور دیگر اکثر مقامات علاقۂ سرکار عالی مین تشریف لیجاچکے تھے -
اور ہر جگہ آپ نے خیرات و مبرات مین ایسا حصہ لیا تھا کہ
آج تک اون مقامات مین نام روشن ہے - اور لوگ نہایت
محبت و احسان سے یاد کرتے ہین - آپ ہر جگہ بلا لحاظ قوم و ملت
قابل دید مقامات متبرکہ سے فیض حاصل فرمایا کرتے تھے -
آپ بنارس بلحاظ مقام متبرک نو (۹) مرتبہ تشریف لے گئے تھے -
آپ کے ہمراہ ہمیشہ متعدد اقربا و ملازمین رہتے تھے - اور
بوقت شادی راقم جو سفر آخری تھا متعدد ڈبے مخصوص اور منتخب تھے
اور ہر لوازمہ مثل نوبت و روشن چوکی ساتھ تھے - مذہبی فرائض

ورسومات کی ادائی جملہ مقامات متبرکہ مین نہایت شاندار طریق پر کرتے رہے۔ اور آپ نے اپنے والد ماجد راجہ گریدھری پرشاد کے نام ہزارون کا سلوک و خیراتی کام کئے۔ آپ سنہ ۱۳۱۴ھ مین سواری سرکار کے ساتھہ جب بنارس تشریف لے گئے تھے تو آپ نے بنارس کی شان مین جو نظم تحریر فرمائی ہے اس سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہین۔

نظم بنارس

محبوب شہ آمد بہ تماشائے بنارس — جہانی او ساختہ را جائے بنارس

آن الیسری پرشاد کہ شہ ہو جہانست — حسرت دہ بہشت است از و جائے بنارس

یوسف زکن آمدہ با حسن و تجمل — تا عاشق او گشتہ زلیخائے بنارس

آبش کہ ز گنگ است مگر آبحیات است — جان دادہ بہر مردہ مسیحائے بنارس

ہم راجہ نرندر کہ بہمراہی شہ بود — اشنان او اکرد بہ گنگائے بنارس

دیگر چہ کنم وصف بنارس کہ ہمیشہ — باقی سر من باشد سودائے بنارس

دیگر مشاغل و مصروفیت عام

آپ بچت و نیز مین لاجواب مہارت و دخل تامہ رکھتے تھے

آپ بار ہا حضرت غفران مکان علیہ الرحمتہ و عالیجناب نواب سالار جنگ اول و عالیجناب راجایان راجہ نرندر بہادر پیشکار و دیگر امرا و معززین کی خدمت مین ہندوانی و اسلامی کھانے اور مرغوب اغذیہ پکا کر داخل فرماتے تھے - اور آپکی تیار کردہ سب غذائین بہت تعریف سے کھائی جاتی تھین - اور عموماً فرمایشون کا سلسلہ رہتا تہا - آپ کو اچار اور مربہ تیار کرانیکا خاص طریقہ معلوم تھا - بعض رسومات اور قومی شادیون مین اصلاحین فرمائین - اور غزلخوانی کے طریقہ کو جو غیر مہذب بنگیا تہا دلخوش کن اور مہذب لباس پہنایا تہا - علم موسیقی مین کافی معلومات تہین آپ کے یہان پنجاب کے ربابی ملازم تھے - اور بوقت فرصت آپ کا کلام سنا کرتے تھے - اور اپنے عزیزان خاص کے علاوہ اکثر دوسرے اشخاص کی شادیان و دیگر رسوم مذہبی مفت کرادیتی تہین آپ متحمل مزاج - دوراندیش - خیرخواہ سلطنت تھے - آپ ہمیشہ قدیم لباس جامہ نیمہ دوگلہ وغیرہ مین ملبوس رہا کرتے تھے ایک دفعہ صاحب عالیشان بہادر نے معمولی دربار انگریزی کے موقعہ پر آپ سے اس قدیم لباس کے متعلق یہ تمسخر فرمایا تہا کہ راجہ صاحب یہ ہماری لیڈیون کا لباس ہے - آپ کیون پہنتے ہین - آپ نے اُس وقت یہ برجستہ جواب دیا کہ صاحب یہ لیڈیون کا لباس نہین ہے بلکہ آپ کے مرشد اور رہنمائے دین پادری صاحبون کا لباس ہے - جس کی ہروقت تعظیم ہوتی ضروری و لازمی ہے - اسی طرح کے متعدد واقعات ہین جو بخوف طوالت

قلم انداز کر دے گئے۔ آپ جہان نواز اور قوم و ملک کے
فدائی تھے۔ آپ نے ہمیشہ قومی کاموں میں پیشقدمی کی ہے
آپ راسخ الاعتقاد پابند مذہب اور طریق قدیم تھے۔ آپ
بے تعصب ہمدردانہ اور بے ریا انسانی دل اپنے پہلو میں
رکھتے تھے۔ آپ ہر قوم و ملت میں خدائی شان و جلوہ دیکھتے تھے
اور ہر ایک کے دکھ درد سے فوراً متاثر ہوکر انکا ہاتھ اپنے
ہاتھ میں لے لیا کرتے تھے۔ آپ کامل تجربہ کے بعد ماتحتین پر
پورا بھروسہ فرماتے تھے۔ آپ کے ساتھ کوئی برائی کرے تو
اس کے تخریب کے درپے نہیں رہتے تھے۔ آپ اپنے
مالک کے جیسے سچے معتقد و وفادار تھے اسی طرح اپنے والد
استاد و مرشد کی ذات میں پوری عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے
اپنے والد رائے نرہری پرشاد کی شان میں ایک قصیدہ
لکھا تھا جو اپنے ڈھنگ کا نرالا اور اظہار عقیدت کا
سچا فوٹو ہے۔ نمونتاً شعر اوّل و دوم اور آخری درج ذیل ہیں

اشعار در مدح والد ماجد

نرہری پرشاد صاحب والد والائی من
نیست در عالم بغیر از ذات پاک او دگر

مظہر من مصدر من مالک و ملجائی من
والی من ہادی من مرشد و مولائی من

فارغ از خیر و شر دنیا و دین گردیدہ ام
در رضائی اوست باقی دین من دنیائی من

آپ نے ہتیار کے استعمال اور بنوٹ وغیرہ کے کمال کو بطریق خاص
حاصل فرمایا تھا - آپ اپنے ہونہار سعادتمند جوان فرزند
رائے کیشو پرشاد و دیگر اولاد کے وفات پر نہایت صبر و شکیبائی سے
کام لیا - اور مثل دیگر دنیاداروں کے مغلوب الم نہوئے - آپ نے
اپنے چار برادرزادوں کو چھوٹے بھائی کے انتقال کے بعد
اپنے زیر تعلیم و نگرانی رکھا - اور ان سب کی شادی مثل اپنے
فرزند کے اعلےٰ پیمانہ پر کی تھی - آپ ایسے شہ خرچ تھے کہ راقم کی
شادی میں کثیر رقم صرف فرمائی - آپ نے مہاراجہ کاسی نریش
و مہاراجہ اہتی و راجہ صاحب شدیلہ کی دعوت کی تھی - اور بزمانہ
شادی و بموقعہ سفر ہمراہی سرکار بنارس لکھنو دہلی کلکتہ بھوپال و
میں جملہ اصحاب برادری اور قوم کی ہزارہا کی تعداد میں پر تکلف
دعوت کی تھی - آپ جسوقت بیمار ہوئے اور درد پا سے لاچار تو
ایک ڈیڑھ ماہ تک حاضری دیوڑہی سے معذور رہے - اسی زمانہ میں
حضرت غفران مکان علیہ الرحمتہ نے حسینی محل واسطے جاتے
ہوتے ہوئے آپ کی نسبت دریافت فرمایا اور آپ نے
بحالت علالت آگے بڑھکر شاہی استقبال کا فخر حاصل کیا -
سواری حضور پر نور آپ کے غریب خانہ پر نہضت افروز ہوئی
اور نہایت بشاشت و فرحت سے نذریں قبول کرکے گھنٹہ
ڈیڑھ گھنٹہ قیام پذیر رہی - آپ پر خاص عنایات شاہی کا ثبوت
اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ کے فرزند راقم کے
چھوٹے بھائی رائے محبوب راج صاحب عمر تین سالہ کو جن کا نام خاص

سرفراز کروہ و نام زد شاہی ہے -) گو دین اٹھا کر اعزاز بخشا- آپنے سواری مبارک کی تہنیت افروزی کے متعلق جو نظم فرمائی اسکا مصرعہ تاریخ یہ ہے - تو باقی بے تکلف گو سواری نظام آمد - ۱۳۱۳ ہجری

آپ نے دختروں و نواسیوں کی شادی کے لیئے اورنگ آباد و مدراس وغیرہ سے خاندان طلب فرماکر ان کی پوری کفالت فرمائی تھی - آپ کو ہمیشہ وسعت برادری و توسیع تعلقات اور مراسم کا خیال رہتا تھا - آپ نے تعلیم عزیزان کے لیئے تشکیل مدرسہ چند اساتذہ مقرر کرکے اہتمام تعلیم باقاعدہ فرمایا تھا - آپکے فرائض زندگی مین کوئی ضروری فرض تکمیل طلب نرہا تھا - آپ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ آپ کو اپنے مالک کے سامنے اس دنیا سے کوچ کرنا نصیب ہو - اور یہی آپ کی آخری آرزو تھی جو خدا تعالی نے پوری کی - آپ کو اکثر احباب بصلہ کارگزاری حصول جاگیر کیجانب توجہ دلاتے رہتے - آپ نے ہمیشہ یہ کہکر انکار فرما دیا کہ جس روز سرکار سے مین اپنی ذات کے لئے کوئی درخواست کرون - اُس روز سے میری زبان اور دل مین کسی اور کے لئے عرض و معروض کرنے کی طاقت نرہے گی اور مین خدمت خلق سے محروم رہجاؤنگا مین اس قیمتی خدمت کے مقابلہ مین اپنے نفع و نقصان کی پرواہ نہین کرتا - آپ کی سفارش پر ایک معزز عہدہ دار سرکار عالی نے باوصف وعدہ ایفا نہ فرمایا تھا - آپ نے بہت عرصہ تک انتظار کرنے کے بعد آخری مرتبہ جو یاد دہی کی وہ آپ کے مصنفہ

ذیل کے شعر سے ظاہر ہوگی جو آپکے صاف گوئی کی دلیل ہے ۔ ؎

نہیں ہی کام قیامت میں تم سے کام نہیں
خدا نہیں ہو پیمبر نہیں امام نہیں

آپ زود نویس تھے اور خوشنویسی میں بھی خوب دخل تھا اکثر قطعات آپکے
قلمی اور مصنفہ موجود ہیں جو طبع شدنی ہیں ۔

حالات وفات

آپکو وجع مفاصل کا لگاؤ ہوگیا تھا۔ آپکی علالت ۲۴ محرم ۱۳۱۴ھ بخار سے آغاز ہوئی
اور بڑہکر نقاہت اور دوسری کمزوریوں کا سبب مرض قرار پایا۔ افضل الاطبا حکیم
محب حسین فیلسوف جنگ کا علاج تھا۔ آپکے عزیزوں اور دوستوں نے تبدیل علاج کے لیے
بیحد اصرار کیا۔ آپنے ایک نہ مانی اور اپنے عزم پر قایم رہے جس سے آپکا استقلال اور خدا پر
بہروسہ دم آخرین تک ثابت ہے۔ آپکی صحت یوماً فیوماً بگڑتی گئی اور دوا سے کچھ فائدہ نہوا
اور آخر ۲۳ صفر ۱۳۱۴ ہجری روز سہ شنبہ تھا ایکادشی (جو خاص متبرک دن اہل ہنود کا ہے)
آپنے انتقال فرمایا۔ آپنے پندرہ روز قبل سے غذا اور پانی کا استعمال مطلقاً ترک فرما دیا تھا
از روے شاستر ہنود یہ ایک طرح کا روزہ (انشن برت) تہا یہ جو خاص شاغل و کاملین کر سکتے ہیں
آپکے زمانۂ علالت میں منجانب و بحکم سرکار نواب محبوب یار جنگ ناظم الملک بہادر بغرض عیادت
تشریف لائے تھے۔ اور عالیجناب راجایان راجہ مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت پیشکار
و سابق مدار المہام سرکار عالی نے قدم رنجہ فرما کر عیادت فرمائی تھی۔ عالیجناب مہاراج ممدوح الشان سے
آپنے فرمایا کہ میں بیفکری اور تسکین قلب کے ساتھ جا رہا ہوں۔ میری علالت بغیر موجودگی
اور خرابی صحت قابل فکر نہیں ہے۔ عالیجناب راجہ راجہان راجہ شیوراج دہرمونت بہادر
آصفجاہی و عالیجناب مہاراج راجہ مرلیمنوہر آصف نوازونت بہادر بلند پایاشی دیگر معززین و
ملاقاتی اصحاب نے بھی تشریف آوری سے اظہار محبت وہمدردی فرمایا۔ انتقال کے بعد

راجہ سری پرشاد آپ کے برادر زادہ نے آخرت باقی نامی ایک کتاب شایع فرمائی -
جس مین نامور شعرا نے آپکے وفات کی تاریخین لکھی ہین - بعد وفات بصلہ کارگذاری
وجان نثاری وبلحاظ قدیا پروری و ذرہ نوازی جملہ خدمات راقم کے نام بعید ور
فرمان مبارک بحال فرمائی گئین - اور پندرہ روز کے اندر رسم پیشفرمایا فرمائی پیچ محلہ مبارک
برآمدی سرکار و دو شال سفید سرفراز کیا گیا اسی طرح علاقہ دیوانی و پیشکاری سے بہی حسب عملدرآمد قدیم
عمل فرمایا گیا - آپکے جنازہ کے ساتہہ ہزارہا مخلوق تہی اور بعد حکم و اجازت سرکار جنازہ اٹھا
تبر خیرات کا معقول اہتمام تھا اور لوازمات اعزازی ہمراہ جنازہ تھے - اس حرمتبہ علم
اور ہمدرد زمانہ نے جسوقت آنکھین بند کین ہزارون دوست احباب شناسا اور عام
پبلک بیتاب و مضطرب ہوگئے اور آجتک بہی باوجود انقضا (۲۸) اٹہائیس سال
جب کبھی آپ کا ذکر خیر آجاتا ہے تو نہایت خلوص و محبت سے آپ یاد کئے جاتے ہین
خصوص مشکل اور اہم کامون کے انصرام و انجام دہی مستعدی و حاضر جوابی آپکی یاد کا ذریعہ ہے -
بوجہ قلت وقت وخوف طوالت بغرض معلومات و دلچسپی معززناظرین و شایقین
چند صفحات مین اپنے معزز و محترم والد مرحوم و مغفور کے مختصر واقعات پیش کئے ہین
مینے اسمین مبالغہ و عقیدت سے کام نہین لیا ہی بلکہ والد مرحوم کے یادداشتون سے اقتباس کیا ہے
آیندہ بشرط فرصت و زندگی آپکا متفرق کلام فارسی و اردو وغیرہ بہی طبع ہوسکیگا -
جو ایک بہتر ذخیرہ تاریخی ہوگا اور باعث تفریح و دلچسپی بہی - فقط

نرسنگہہ راج

هُوَالْبَاقِی

کلام حضرت باقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم گوئی
مفتاح گنج راز ایمان گر جوئی

باقی نام ذوالجلال لم یزل ولایزالیست کہ ابدالآباد باقیست وابتدای ابتدائیش وانتہای انتہائیش کسی را معلوم نیست ۔ باقی فانی یارای حمد او نمیدارد۔ بعضے اشعار سر غزل باقی نامہ وختم آن می نگارد۔

غزل باقینامہ

همہ فانیست جہان یا باقی
هست یک ذات تو الا باقی

ای نجم عشق فنا فی اللہ کن
غیر ازین نیست تمنا باقی

دل وجان تا بتوان فت عشق
ماندہ است این تن تنہا باقی

شد ز معشوق ظہور عاشق
نام مجنون ست ز لیلا باقی

یار با تو نشود باقی یار
واری این حرص و ہوس تا باقی

غزل خاتمہ باقیا نامہ

همہ عالم فناست اے باقی — نیست موجود غیرے باقی
همہ تن خاکیم چو نے باقی — نیست جز استخوان و پے باقی
از دو دی در گذر همہ او نیم — نیست در رہ بغیر وے باقی
رفت بہرام گور هم در گور — نام کیخسروست کے باقی

غیر حق کل من علیہا فان
باقیا نیست ہیچ شئے باقی

باقی ثانی لاثانی ذات بابرکات محبوب ربانی معشوق یزدانی است کہ از همہ آدم بمصداق لولاک لما خلقت الافلاک پیش از آفرینش موجود بود۔ و نیز بعد افنای دنیا و مافیہا روز قیامت شفاعت جمیع عاصیان پر معصیت خواہد شود۔ نعت او را چگونہ سرائیم بہ این غزل نعتیہ کہ مشہور جہان و مقبول صاحبان ایمان و ایقان است اکتفا می نمائیم۔ مولانا علام امام شہید اکثر در مجالس مولد۔ ازین غزل را تم آغاز بیان میساخت و عالمے را بوجد می انداخت۔

غزل نعتیہ

ترا اول بہ اخفا آفریدند — ازاں پس دین و دنیا آفریدند
پس از ذاتِ خدا اول خدا را — جمالت ای خود آرا آفریدند

نخستین شان و قدر بیت عرجه دادند ... ازآن عرش معلی آفریدند
ظهور عالم بالا ازین گشت ... نخست آن قد بالا آفریدند
وجود تست پیش آدم بوجود ... تنت را پیش حوا آفریدند
قد و خد تو را پیرایه دادند ... وزان فردوس و طوبی آفریدند
زعکس خنده دندان نمایت ... سهیم عقد ثریا آفریدند
دو رخسار ترا گلگونه دادند ... آزان شمس و قمر را آفریدند
دو گیسوے ترا پیچ کردند ... آزان ثعبان موسیٰ آفریدند
لب جان بخش تو اول بشد خلق ... سپس روح مسیحا آفریدند
زخوبیت قطره در بحر بردند ... زبحر نوح دریا آفریدند
ز رویت صبح عید خلق کردند ... زمویت شام یلدا آفریدند
بریب کعبه ابروی خوشت را ... برائے سجدہ ما آفریدند
نشد از سرمہ مازاغ محتاج ... که چشمان تو سہلا آفریدند
جمالت بہر عالم حسن یوسف ... فقط بہر زلیخا آفریدند
سوا دست دام از خال تو کردند ... بدل ہا زان سویدا آفریدند
نہال قامتت را سایه ان نیست ... ترا بے مثل و ہمتا آفریدند
بجانت آفرین جان آفرین کرد ... ترا تا جان جانہا آفریدند
زبہر امتان بیکس و زار ... ترا ما وا و ملجا آفریدند
مبارک آفرینش را که چون تو ... شفیع روز فردا آفریدند
خدایت رحمۃ للعالمین گفت ... بہر کس رحم فرما آفریدند
سراپای ترا مدحت چه سازم ... که از نور خدا سراپا آفریدند

مرا باقی ز بہر وصف آن گل
بہ رنگ مرغ گویا آفریدند

باقی لقب ظاہری و تخلص شاعری این فانی البنیاد گردھاری پرشاد است که پدرش رائے نرہری پرشاد بن رائے سوامی پرشاد بن رائے راجا رام متوفیست که خدمت استیفا رسی و ششش کارخانه جات سرکار که از سه پشت ارثا تعلق داشت تا حال باقیست۔ واضح باد که این ہر سه تن اجداد من مخزن معرفت اساسی و معدن گوہر حقیقت شناسی بودند۔ از تصانیف کتب ویدانت مذہبی مشتہر جہان و شتنی دوران گشتند۔ این ہیچدان را نیز االله تعالی به آن پایه رسانید و اکثر کلام مرا بزبان فارسی ہندی بہاکا و اردو سر زد گردیده و تا ہندستان و ایران برسائی تقدیر رسیده مقبول گردانند۔

غزل

الٰہی جلوهٔ طور معانی ده بیانم را
زبان شعلهٔ وادی ایمن کن زبانم را

لبم را معدن یاقوت رنگین معانی کن
به نیسان سخن پر در شاد سج دہانم را

تن بے مایه ام را پر کن از جان سخندانی
روان جسم نظم و نثر کن طبع روانم را

چه در ظاہر چه در باطن برے خویشتن واکن
ز دل چشم نہانم را ز سر عین عیانم را

فنا گردان به جستجوی نام بے نشان خود
نشانے تا بود باقی وجود ناتوانم را

باقی ہر چیز فانی است در وے که باقیست فانی نیست چون تمنائے مطالعه رسالے

نالہ درد و آہ سرد حضرت خواجہ میر درد کہ فقط نام شنودم و گاہے ندیدہ بودم
در دل داشتم اتفاقاً بجہت تلاش این رسالہ ہائے نادرہ بہ مخزن معرفت
مولانا عباس رفعت بہ شہر بھوپال کہ مجمع اہل فضائل وکمالست برنگاشتم
الحمد للہ کہ ازان جانب رسالہ کہ حواس خمسہ کالبد عرفان بودند بہ دست شدند
کیفیت آن ازین در دنامہ منظومہ کہ در شکریہ این ہدایا بطور رسید ارسال
یافتہ بود ہویداست و مذاق و اشتیاق باقی ازان ہویداست ۔

رقعہ منظومہ

اے جناب رفعت رفعت مآب … مولوی عباس عالی انتساب
تا بہ باغ خاطر این خوش نصیب … نالۂ آمد ز سوز عندلیب
گل گل از گلبانگ او نالان شدم … شکل نرگس جملہ تن حیران شدم
رشک بردم بر نوائے سوز او … جان فدا بر نالۂ دلدوز او
در چنین باغ بسیط پر بہار … از نظر گلگشت کردم چند بار
دیدہ واکردم تماشا ساختم … آہ سرد حسرت افزا ساختم
نالۂ دردے کہ میکردم تلاش … آہ سردے برکشیدم دلخراش
نالۂ پر سوز دیگر شد حصول … ہدیہ ام دادی ز جان کردم قبول
درد دل چون مرہم دل یافتم … نور ایمان شمع محفل یافتم
خواستم دو نسخہ حاصل گشتہ پنج … از تو ممنونم درین دار سپنج
نالۂ درد از تو پر آوازہ شد … آہ سردے گرم بے اندازہ شد
درد دل آرام جان شد بے دروغ … شمع محفل از تو گشتہ با فروغ

زیور طبع از تو شد این چار را — از دکن تا کشور چین و خطا
ساختی مشهور بر تحریک من — آفرین بر رای خوب نیک من
آفرین بر سعی جهدت آفرین — آفرین بر شاه عهدت آفرین
آفرین بر بیگم شاه جهان — آفرین بر همت آن قدردان
آفرین بر ملک بهوپال باد — آفرین بر دولت و اقبال باد
آفرین بر خوشنویس این کتاب — آفرین بر این کتاب لاجواب
آفرین شد از تو زنده نام درد — آفرین شد رشک صبح شام درد
صد هزاران شکر احسان میکنم — صد ستایش از دل و جان میکنم
در جواب او بیشد عذر دار — من فراموشت نکردم زینهار

در دل باقی عقیدت باقیست
یار باقی هست و صحبت باقیست

باقی را چون رسالهٔ نالهٔ درد و آه سرد و درد دل و شمع محفل ما ورای
نالهٔ عندلیب بدست رسید آنچنان شعلهٔ نالهٔ درد و شرارهٔ آه سرد از درد دل
سر برکشید که شمع محفل حضار گردید و آنقدر فیضان مطالعهٔ آن چهار رساله
عرفان استعداد انتباه آگاهی بهم رسانید که بتسوید این رسالهٔ درد باقی
و دُرد ساقی که دُردیست از ساتگین درد و جرعه ایست از ساغران ساقی
معرفت یکتا فرو جرات نمود به ذلهٔ ربائی دسترخوان آن میزبان بزم توحید
و جرعه کشی و پیمانه پیمای مضبط آن ساقی وحید بیخود شده ابواب کشف
بر روی دل غفلت خود برکشود و بر تنگ نالهٔ عندلیب در چمنستان دکن بلغلغهٔ عجیب

انداخت ازین دو رباعی حالیه را زمزمه بلند ساخت۔

رباعی

دردِ باقی کہ جرعۂ ساقی ماست	مستی افزائے بزم عشاقی ماست
دردے کہ بہ میخانہ درد و درد است	باقی از بہر فرحت باقی ماست

رباعی دوم

این دردِ باقی ست و دردِ ساقیست	مستی افزای بزم عشاقی ست
دردیست ز میخانہ و در دآن درد	باقی از بہر انبساط باقیست

باقی باد فرخندہ بنیاد حیدرآباد کہ بیاوری تقدیر قسمت خداداد اتفاق مولد و منشائے اضعف العباد گردہاری پرشاد باقی درین سرزمین مینوسواد افتاد۔ بفضل بہ برکت و شرکت نام مبارک حیدر کرار محسود بلاد است و رشک دہ روم و بغداد تا سلطنت اسلامیہ درین زمانہ پرفتن و فساد درین دیار باقیست و پرورش گاہ ہر قسم انام و عباد کہ مراد از رومی و زنگی و پارسی و فرنگی و عرب و عراقیست۔ چہ سیدا فی کہ حامی و حارس این شہر نادر الدہر کیست و باعث ابقائے امن و سلامتی ریاست ابدمدت آنگاہ شو آنگاہ شو ہر جادہ بد اعتقادی مرو کہ چار سوئے اطراف و اکناف این دیار اولیائے کبار مکلاف اخیار ہمچون اشرف العارفین حضرت بابا شرف الدین صاحب قدس سرہٗ و جناب حق بین و حق جو شاہ راجو صاحب دام برکتہٗ و یوسف مصر علم الیقین یوسف صاحب شریف صاحب منیف نور اللہ مرقدہٗ و ضیائے شمع روشن

حسین شاه ولی صاحب قبله طاب مسجعه بمنزله حصار بر دو کرد هی و چهار کرد هی این بلده بزیر زمین به افضال الرحم الراحمین آسوده اند که آسایش تخت گاه نظام و باعث امن امان کار و بار اهل اسلام ازان هویداست۔

غزل

حیدرآباد دکن بیشک مقام اولیاست
شهریارا و بجان و دل غلام اولیاست

ظاهرا گو نظم و نسق ارکان دولت میکنند
در حقیقت انتساق و انتظام اولیاست

از تخلل چیست بیم و در تزلزل چیست باک
تا که در اطراف و اکناف قیام اولیاست

نام زد محبوب سلطان از برای خیر هست
خطبه و هم سکه اینجا بنام اولیاست

آن شه آصف لقب بی غم ز خوف دشمنان است
تا سر اعدای او زیر حسام اولیاست

تمغه خانی که از شاه عنایت شد عطا
بر سر اعلام آصف ز اهتمام اولیاست

حیدرآباد است بیش آباد از دیگر بلاد
تا که باقی اعتقاد و احترام اولیاست

دفع گشته ساقیا اندیشه رنج و خمار
خسروا حیدر نوشش در دو جام اولیاست

از چه باقی مینمائی فکر شهر و شهریار
خوف باقی نیست در حفظ دوام اولیاست

باقی فانی تو عجب مرد نادانی که با وجود خدا دانی خود را بنده نژاد پشت در پشت سلطانی و خانه زاد سلاطین متکفل جهانبانی می شماری و به هوس نوبت و عماری و خطابات خدمات سرکاری خیال اطاعت گزاری خداوند حقیقی نمی داری اگر سپاس به کار مالک مجاز مصروف می باشی پاسِ خود را مشغول و مألوف یاد آلهی دار و اگر تمام روز در انقیاد آقا

ماموری مانی دے یا لحاظ روئے توجه به بارگاهِ کارساز بے نیاز بیار -

غزل

هان بدنیا خیال دین هم دار — حفظ آن کن لحاظ این هم دار
پس پس و پیش چیست حکمن هست — پیش بینی غم پسین هم دار
آفرینش تمام گو از تست — یاد آفاق آفرین هم دار
شادمانی به عالم فانی — درد او در دل حزین هم دار

در مکان جهان که می مانی
باقیا خاطر مکین هم دار

باقی سراسر فانی سرست داوندکه در نماز پنجگانه به بارگاهِ یگانه سجده شکرانه نمائی - نه که از سر تبختر به دستار رنگین آرائی و به کلاه زرین و تاج مرصع سر تحشم و تکلف بر آسمان تکبر فرسائی چشمت داوندکه مشاهدهٔ جمال وحدت و تماشائے قدرت سازی نه که نگاه بد و نظر حسد بر چهرهٔ پردگیان عفت و عصمت و خوب رویان نیکو صورت به نیت فاسد اندازی گوشش هوشدا وندکه پند بزرگان نیک آئین و وعظِ محققان دین مبین به عقیدت واثق بشنوی نه که به شکایت ابنائے روزگار گشائی و به سماعت افسانهٔ فاسق دردهی زبانت داوندکه شکر نعمت ہائے نامتناهی و وظیفه اسمائے الٰهی کماهی نمائی نه که همه وقت به تلخ گوئی دشنام و ژاژخائی اقسام هذیان سرائی افزائی دستت داوندکه به اعانت و دستگیری

درماندگان ضعیف به شجاعت وسخاوت پیش آئی نه که از دست جبر و زبردستی
زیردستان کمزور را پسپا نموده قوت آزمائی نمائی بایت واوندکه بر جاده زیارات
متبرکه درگاه اولیا وانبیا از رهِ صواب شتابی نه که به پامالی موران ولگد
کوبی کوران مورد عذاب شوی وانتقام آن یابی ۔ افسوس هزار افسوس
که بر خلاف شیوه انسانی قدر عطائے خلقت نقد کرمتا جسمانی نساختی
و وجود مسعود خود را باین اعمال نامحمود نابود نموده در کتم عدم انداختی ۔

رباعی مولف

خود را انسان باین عمل میدانی
حاشاک الله بدتر از حیوانی
از هستی تو نیستی افضل باشد
گشتی تو ز دست خویش باقی فانی

باقی از مذهبم هیچ مپرس واز مشربم تشریحے مجو در جادهٔ استدراک ملت
که هفتاد و دو راه پر پیچ وارد زنهار هیچ هندویم مگر سنگ و سنگ نشانده خود را
نام خدا نهاده مشرکی نمی کنم ۔ مسلمانم اما خاص مسجد را خانهٔ خدا تصور ساخته بزمین
افتاده سر بر سنگ نمی زنم ۔ بت من در بتخانهٔ من است نه در معبد برهمن ۔
نمازگاهم در طاق دل است نه در کعبهٔ آب و گل ۔

شعر

مبارک حاجیان را بعد راه قطع منزلها
من از راه صفا کردم طواف کعبهٔ دلها

تشقهٔ صندل زنهار به پیشانی نمی کشم که درد سر از آن می زاید داغ سجده را هرگز بر جبهه خود

جائے نمی دہم کہ تیرہ ردی می افزاید۔

شعر

بجدا تا بہ در بتکدہ پیشانی بود — قشقہ کفر من از نور مسلمانی بود

غزل

ترا ز کفر مسلمانیم چہ درکار است — ازین دو ہست خوش آن کان پسند غفار است

گہی ز پرسش او عاصیان بدمور و قہر — گہی ز بخشش آمرزش گنہ گار است

مرا ز جنت و دوزخ امید و بیمی نیست — قضاش ہر چہ بخواہد کند کہ مختار است

گہی ز مکر منش در دو باقیست آرام
گہ از مشیتش آرام در دو آزار است

غزل دیگر

نے کافر بدکیشم و نے کافر و نیم — آزادۂ عشقم نہ چنانم نہ چنینم

شد قرعۂ بدنامی او نقش جہانم — من کافر عشقم چہ بود کار زد و نیم

خوانی اگرم عاشق بے کینہ ہمانم — دانی اگرم بندہ دیرینہ ہمینم

جائے کہ بود پردگی حسن مکانم — آنجا کہ کند جلوہ گری عشق مکینم

فانی اگرم خواند بہ تقلید چنانم
باقی اگرم گفت بہ تیسیر چنینم

باقی وحدت بے شرکت او را در عالم کثرت چگونه بشهود است باید فهمید
عکس آفتاب را هنگام نصف النهار در تمامی ظروف پر آب بے شمار جلوهٔ نور
منور و روشن ظاهر و نمود است باید دید. پس ظرفے را از ان ظرفها
باید شکست و باید دانست که فقط ظرف مفقود است و تاب آفتاب بلا کم و
کاست بجاے خود موجود -

بیت

آن شوخ طرحدار بیا هست و بیا نیست	باقی فنا چیست	چون عکس هر آئینه جدا هست جدا نیست
آن دلبر عیار بیا هست و بیا نیست		چون بوے گل و غنچه جدا او جدا نیست
این کون و مکان غرقهٔ گرداب فنا هست		باقی همه مشتق ز فنا هست فنا نیست

بیت

همه او خود همه دانی این است		معنی باقی و فانی این است

باقی دل تقدس منزل خود را که مظهر انوار تجلیات یزدانی و مصدر لمعات
نورانی از فیوض تصورات سبحانی است از گرد و غبار وسواس
لا طائل نفسانی و خس و خاشاک باطل خواهشات شیطانی مکدر مدار و درین
گل زمین همیشه بهار تخم مغیلان مکار - این مرات حق نما را زنگ آلود مساز
و این الماس شفاف را در خواب غفلت مینداز - تختهٔ آهن از مصقله
روکش آئینه مصفا میگردد و آبگینه از آلودگی گرد و غبار سیاه
می پذیرد -

غزل

افسوس هست نیست کسی رازدان دل		سازم چه با مجاز شود آن بیان دل

اے بے خبر تو صورت اصلی خویش را
چون آئینہ صفا کن و بنگر میان دل

باید کہ دل دو پارہ بداری ز درد عشق
پیوند حرف نیست ازین رو میان دل

تا چند ضبط نالہ و فریاد یا قتیبا
باقی نماند حوصلہ امتحان دل

غزل دیگر

ہم قطرۂ خون مئی ناب است دلِ ما
ہم اشک جگر سوز کباب است دلِ ما

ہم شیشہ و ہم جام شراب است دل ما
ہم ساقی و ہم عالم آب است دلِ ما

تا یک نفسے زلست کند غرق طوفانست
دریاب کہ نازک ز حباب است دل ما

ہر داغ درو نقطۂ اسرار الٰہی ست
گر چشم بطون است کتابست دل ما

ہر چند کہ بے پردہ نمایان شدہ دلدار
از بودن ما بہ حجابست دل ما

از خانہ بر اندازی آن چشم فسون ساز
اے خانہ ات آباد خراب است دلِ ما

جائے کہ بود جمع دل خلق بیک زلف
باقی تو بگو در چہ حسابست دل ما

باقی دمے بجو و آو خود را بشناس و اسرار خدائی را در خود بیاب و قدم بقدم این فنا فراموشان بخود گذاشتہ بر جادہ غفلت مشتاب -

غزل

اے ز ہستی غبار خویشتنی
پردۂ یار غار خویشتنی

شد حجاب تو بود نابود ت — از میان خیز یار خویشتنی
دل مصفا کن تماشا بین — که خود آئینه دار خویشتنی
دل پر داغ خویش را خون کن — که سراپا بهار خویشتنی
ذات خواهی صفات را بگذار — چند در اعتبار خویشتنی
چند با این و آن شوی مشغول — دشمن روزگار خویشتنی
از توئی و منی هزار افسوس — رهزن رهگذار خویشتنی
ز سفید و سیاه کارت چیست — که تو لیل و نهار خویشتنی

شش جهت یک جهت شود باقی
یکدمے گرد و چار خویشتنی

باقی این هزارها نباتات مختلف الالوان که بسیار افزائے دیدہ بصیرت اند و این جمادات پست و بلند اقسام کوهسار که بزنگار نیکی انواع سنگ سر به فلک می سایند و این انوار شعشعان نجوم و شموس و اقمار و ثوابت و سیار که نه سپهر گردون گردان جهان و جهانیان را باین بعد بعید مستنیر و مستفی می نمایند باعث ظهور و شهود لیل و نهار روزگار می باشند فاعل این همه کیست باید دید و صانع این صنعت هائے عجیب و غریب که پیدا نیست باید فهمید۔

و بدی نقش و نگار ها را — بنگر نقاش کار ها را
این دانه خشک چون شجر شد — گل کرد چسان ثمار ها را

در باغ خزان چگونه آمد | آورد که این بهار ها را

باقی شمار اعتبارے
این صورت اعتبار ها را

باقی این ملوکان ممالک که ملک محروسه و مقبوضه خود را ملک موروثی می انگارند و خود را مالک و وارث مملکت می شمارند از مالک الملوک لمن الملک الیوم که توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء در شان تنزیه نشان ش آگاهی نمی دارند و وقتے که رجیل قل یتوفکم ملک الموت می تواز ند جمیع املاک مملوکه را وا می گذارند و خود را درهمان خاک ملکے چارو ناچار می سپارند

غزل

باقی نه ملک هست نه آن شهریار ملک
تا چند ملک داری تو هست ای ملک
دارا و کیقباد و سکندر کجا شدند
رنگ زمانه نیست به یکرنگ باقیا

بر نقطه فناست مقام و مدار ملک
در ملک خویش آنچه نمودی شمار ملک
بر نام شان بماند کجا اعتبار ملک
باقی دوام هست خزان و بهار ملک

باقی این مشائخان مشیخت مآب و فاضلان فضیلت انتساب و واقفان مسائل شریعت و مفتنان قانون عدالت که بظاهر طالب علم شریعت شده در حقیقت طالب دنیا و دولت می باشند و قفنیکه بیاوری تقدیر از مکر و تزویر و سعی و تدبیر به مسند نصفت و انصاف اجلاس نموده

متمکن می شوند باغراض ذاتی خوف منتقم حقیقی و ترس عادل تحقیقی را بدل
راه نداده و بپرده قانون و دستور چها ظلم بر مظلومان نمی افزایند فقط بر
اظهار باطل چهار گواه و اعتبار سوگندهائے بے دینان روسیاه که قرآن شریف را
برسر می بردارند و تعظیم آن می انگارند هزاره ها خلق الله را خواه مخواه
تباه می سازند و نمرود غابه عیاری می بازند و براستی خودی سازند و می نازند
وبال اعمال این ها زوال سلاطین ذی اقبال می گردد و موجب
استیصال رؤسائے با جاه و جلال می گردد -

ظلم ارکان باعث نقصان سلطان میشود	ستم رکنے موجب تخریب ایوان می شود
از گناه عاصی در جود شد غارت جهاز	شهر آبادان زبوم نحس ویران می شود

باقی هوشدار و باستماع حکایتے که مے سرایم گوشدار که بریک شاخ درختے
همائے بختیار و زاغ نابکار هر دو را قرار بود و در زیر سایهٔ آن صیادے
شایق شکار با کمان و تیر تیز آبدار بر بستر خواب می آسود - آن زاغ عیار
بروے صیاد مذکور غلاظت ریخته فوراً پرواز نمود چو ازین آزار صیاد
بیدار شد و چشم خواب آلود بکشود به غضب موفور تیر بلا بر همائے بے قصور
از بدگمانی آنچنان بر زد که جانش بر بود -

آن زور که ساخت در عمل زار که شد	گل کرد گناہے که او خار که شد
جائے انصاف هست یا رب انصاف	تقصیر که ساخت گنهگار که شد

باقی - اعتبار زندگی ناپایدار چیست برنگ حباب وجود و عدم آن برا

قیام و قرارے نیست تا نفس راست نمائی غرقۂ طوفان بلاست تا دمے درکشتی
از سیلاب حوادث گرفتار چار موجہ فناست دریاب دریاب و ازین قلزم
پرگرداب بیرنگ موج برکنارۂ سلامتی بشتاب ۔

شعر

زندگی نقش آب را ماند | هستیٔ ما حباب را ماند

وشعر

درین بحر شکل حبابیستیم من | همان لحظہ مردم اگر زیستم من
چرا نام فانی نہادند باقی | کہ باقی نیم عین فانیستیم من

باقی ۔ این وجود بے بود فرع را از اصل دور نمود و از عالم تنزیہ برآورد
در ورطۂ تقیدا نداخت و از آشناے حقیقی مهجور نمودہ نا آشنا محض ساخت

ما بدریا چون حباب افتادہ ایم | از تعین در حجاب افتادہ ایم
بود ما شد پردۂ معبود ما | بر رخ خود چون نقاب افتادہ ایم

باقی ۔ باقی عمر را غنیمت بشمر و امید باطلہ یک صد سالہ مفروضی زنہار مدار
اے غافل پنجاہ والا ازان هر شام بربستر استراحت و آرام دراز کشیدہ کم ساختی
و پانزدہ در ایام طفلی نرد لہو لعب از بے شعوری درباختی همان قدر در جوش

جوانی و غروری شباب خراب نمودی بعد تجربه این سی سال پس از هشتاد سال لو فرضاً اگر زنده بماندی در عالم پیری ضعف و ناتوانی افزودی و بمنزله مرده بدست زنده بودی۔ اے غافل نادان سواد و موادی داری حساب گیر باقی عمرت چیست افسوس ہزار افسوس سرمایه عمرت بدست تو ہیچ نیست۔

اے بیخبر ز خویش چو سازی شمار عمر از جمع و خرچ خویش چو بینی حساب را	ظاہر شود سیاہہ ناپائدار عمر باقی بدانی حاصل نفع و ضرار عمر

باقی پیر من پیر مغان است و مرشد من ساقی خمکده دوران که سقاہم ابہم شرابا طہورا رشعه از جام فیضان او ست جرعه نوشی و دُردی کشی می نمایم از لطف کیفیت آن ہر آن بیخبر و بیخودی شوم از کون و مکان اہل دل برآبلہ خود را که چون خوشه انگور راست سراسر خون می نمایم دور خمکده تن رنجور مخمور چنان میدہم گذار که اثرت ازان باقی نمی ماند۔ بعض وقتے از قرینق دیده مقطر گردیده بصورت اشک می چکد و باده ناب دو آتشه عرفان میگردد و مانند باده صہبائے تند ہوش و عقل را نمی زداید بلکه سرور تصور الوہیت می افزاید۔

چنان داد ساقی شراب الستم ز توبه شکستم بے عہد بستم	که بے ساغر و شیشه تا حشر مستم شکستم نه بستم نه بستم شکستم

اے یار مدہوش تو که شراب خواری و به علت دایم الخماری گرفتاری

وبجز حرام کاری و بدشعاری از حلال و حرام خبرنداری کیفیت نشهٔ معرفت الٰہی چه می انگاری۔ هر چند که خود را از جرعهٔ نوشان مقطعه نامی پنداری۔
باقیؔ کسانیکه از فرط ہوس جمع زر نموده خود را مالدار شمرند و براے ذاتِ خود نه دادند نه خوردند آخر بمردند و اندوخته خود را بدیگران سپردند و بجز اعمال قبیحه ہمراه خود ہیچ نه بردند۔

غزل

درمیان لفظ زر پیوند نیست	زان رفاقت زر ندادہ با کسے
منحصر بر زر ہمه کار جہانست	تارک زر نیست در دنیا کسے
وین نگرد و حاصل ادرا زینہار	ترک دنیا را نسازد تا کسے

وین نماند باقیؔ اثر دنیا کسی
چون کند این ہر دو را یکجا کسے

باقیؔ ہر چند که براے ترک دنیا و ہوس زر تازیانه ہدایت پر اثر بر دل و جگر ہر بشر می زنی و سفر زر و دولت دنیائے دون بپرورسنگی حصول صواب و خیرات و زکات و ظہور باقیات صالحات منحصر بر آن است که از آن آسایش جان جہان و جہانیان است۔

اشعار

سرا و پل و مسجد و خانقاه	شفاخانه و مدرسه نہر و چاه

بجز زر نگرد وکہ فیضان عام | بدنیاست ازمال داران تمام

عدم و وجود مفلس درعالم امکان برابراست و بے استطاعتی و بے فیضی و بے بضاعتی او ظاہر۔

اشعار

چہ ازدست مفلس شود کارخیر | چہ از پائے لنگ است امید سیر
چہ فیض از وجود تہی مایۂ | کہ بودست خود بار ہمسایۂ

اے یار ہوشدار۔

اشعار غزل

باقی کس یار نیست یار زر است | کیست آن کونہ خواستگار زر است
ہرکسے ہمچو صورت پرکار | حلقہ زن گرد بر مدار زر است
تخم نیکی بکاشت اندر دہر | خوبی کار کاشتکار زر است

گر گل خیر بشگفد باقی
از گلستان دل بہار زر است

باقی اگر مالداری حسب ہدایت شاستر بسر ساز وبکثرت دولت تکبر
مکن ورنہ شمار مناند۔ پنج حصہ داخل خود بشمار یک حصۂ آن را در امانت بگذار

تا فردا یا روزے آید بہ کار و از حادثہ و انقلاب روزگار نشوی خوار و زار و یک حصہ آن را بہ فقرائے متوکل و غربائے صاحب دل و محتاجان دور افتادہ از دام دشواری و مشکل بسپار و حصہ ازان حصہ قربائے قریب و عزیزان و خویشاوندان غریب پندارد و حصہ آن بہ صرفہ لابدی و ضروری خود بیار کہ اعتبار دولت تو ہموارہ بماند پائیدار۔

اشعار

صرف مال خود بدین تدبیر کن | از قناعت تکیہ بر تقدیر کن
خرج تو از دخل گر افزون بود | کم شود گر دولت قارون بود
گر نمائی صرف زر رائیگان | باقی کے ماند ز گنج شائیگان

باقی این شیر کہ آمیزش نمک شوریا از ترشی صحبت بالضرور والبتہ تغیر شدہ صورت جغرات می پذیرد و از کشتہ ہڑتال ہدایت پیر مریدی گرمی آتش پیندول پذیر یا از رنگ شیری گیرد این نسخہ حکمائے مصری را اگر بدانی سہ وہم باطلہ تبدیل اوضاع را از دل دور گردانی۔

غزل

بکن غور غافل چہ بودی چہ گشتی | پس از فیض کامل چہ بودی چہ گشتی
کہ از راہ شریان رسانید خونت | تفکر کن ای دل چہ بودی چہ گشتی
چہ گلہا ز نو رستہ در باغ عالم | چہ دانی نوائے گل چہ بودی چہ گشتی

گہے جام و گہ کوزہ و گہ خشتی		بصد ہا مشاکل چہ بودی چہ گشتی
	شدی گاہ باقی شدی گاہ فانی چہ حاصل چہ حاصل چہ بودی چہ گشتی	

LYTTON LIBRARY
Date ....
ALIGARH.
MUSLIM UNIVERSITY
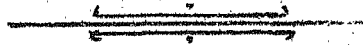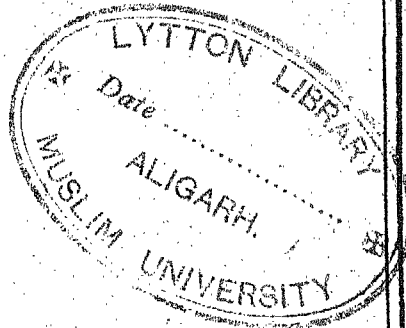
باقی اگر دانائی بدانی که دانهٔ ته نشین زمین اوّل ریشه می شود و از ریشه شجر و از شجر شاخ و از آن شاخ برگ هائے باریک و فراخ و از آن برگهائے شگوفه و از شگوفها ثمر گردیده نام اقسام تا وقتیکه خام می باشد به تبدیل الوان بگذشتن چند ایام تا هنگام پختگی اتمام تغیر اوضاع می بردارد بمذاق و مرام کام هائے انام گوارائی ترشی و شیرینی در پختنی طعام می باید۔ وقتیکه آفتاب فیضان هدایت اهل الله می تابد و نقص خامی می رباید بنام اصلی خود می گراید و بنظر خواص و عوام همان دانه بنظر می آید۔ ازینجا باید فهمید و تماشائے وحدت و کثرت باید دید۔

غزل

دانه بودم به ته خاک اگر گردیدم ‌ ‌ ریشه گشتم پس از آن شاخ و شجر گردیدم
برگ نورسته شدم غنچهٔ نشگفته شدم ‌ ‌ زان سپس رنگ گل تازه و تر گردیدم
باز پژمرده شدم خسته و افسرده شدم ‌ ‌ بعد ازین نشو نما خام ثمر گردیدم
آخر کار شدم پخته ز تاب خورشید ‌ ‌ پس به انجام همان دانه ز سر گردیدم

بنگر وحدت اصلیت او باقی ماند
گو که صد گونه به اوضاع دگر گردیدم

رباعی

هر دانه که در زمین نهان می گردد ‌ ‌ با صورت مختلف عیان می گردد

در وحدت او فرق نشد زین کثرت		انجام چو بنگری همان می گردد

باقی زمزمه سرائی و نغمه آرائی را بعضی صوفیان صاحب حال روا داشته اند و اکثرے حرام و ناجائز پنداشته. اگر برائے رقت قلب و مشغلہ خداشناسی است جواز است و گر محض بجهت حظ نفس تعیش اندیش خویش می سازی ناسازست بجائی در واسطے او پیشِ اہل لبان حالی است ورنہ چون دہل تہی مایہ بجز شور سمع خراش از اسرار معانی خالیست۔ کتاب زمزمہ باقی کہ اوزان ہندی موزون نمودہ ام درد ساقی وحدت ازان کیفیت افزاست و درد باقی از ہر زمزمہ دل گدازش ہویدا ست ازان یک زمزمہ ترانہ و دیگر کبت فارسی یگانہ کہ خوشتر از دوگاہ و سہ گاہ عراق ست بطور مذاق می سرایم و بخراشش این مضراب رگ جان اہل دل و عارفان کامل را چون تار طنبور تحریک دادہ بہ قانون مطربان ذوق بہ زار نالے شوق می گرایم۔

	ترانہ	
دل داد تا دانی تا دانی تا دانی		تن داو تا دانی تا دانی تا دانی
تن در چہ تن واری تن در چہ تن واری		تن تنست تا چند نادانی نادانی

	دیگر	
باقی اندر گلشن دوئی ہر دم طوطی آسا گوی		توئی توئی توئی توئی توئی توئی توئی توئی
با او وصل نسازی ہرگز در کن ترک دوئی دوئی		من ؟ امن و ما تا کے غافل اوئی اوئی اوئی اوئی

یعنی اندرین گلشن دوئی که بر جادهٔ من و مائی می پوئی اگر دل شناسا داری
لازم است که او را بجوئی و بسان طوطیان خوش بیان و مرغان نغمه خوان
هر دم و هر آن توئی توئی بگوئی زنهار با او وصل نیابی هر گز دوئی بکنی
دعوائے من و مائے بیمانی که زو هی اوئی -

باقی حافظ حقیقی هر ذیحیات مخلوقات را در کائنات از آفات و
بلیات نجات می بخشند و محفوظ می دارد و این حادثات و وفات
که حادث می شوند نتیجهٔ اعمال شنیعه و کیفر افعال قبیحه اوست اگر
به استغفار و زاریها با هزاران خشوع و خضوع به بارگاهش
رجوع آرد و برضائے او راضی بود به مشیت الهی خود را بسپارد
او لے ورنه از کرده و ناکرده ازان بصیر و خبیر را چه پروا - نقل است
که طائرے بر شجرے جا میداشت و صیادے در پائے آن درخت
تیر جان گیر را برزه کمان نهاده برائے نگارش از کمین گاه همت
می گماشت آن مرغ بیچاره از مشاهده این حال بخیال پرواز نظر
بجانب آسمان نمود شهبازے دید که از بلندی بر سرش از تیر بانے
می رسد آن وقت جائے نجات نیافته بعجز و الحاح در آمده باین ترانه
زمزمه باقی مترنم گردیده دعائش درجه پذیرائی گزید -

ترانه

رکھنا رحمے بر حالم بے پر مے بالم	رکھنا رحمے بر حالم
زاری من بشنو سمیعا زاری من بشنو تا کے در نالم	ایضاً
نقد عرفان بخش کریما نقد عرفان بخش بے زر بے بالم	”

بر تو پنهان نیست خبیرا بر تو پنهان نیست   باقی احوالم   ربنا رحمے بحالم

که ناگهان بارے صیاد مذکور در گذید و دران بدحواسی تیر از شصت
وزه کمانش خود بخود رها شد و در حق آن شهباز که فریب آن مرغ
گرویده بود بمنزله ناوک قضا شد و بجانش باین واسطه غیبی بوقوع
انجامید و کار آن هر دو ظالمان باین سامان باتمام رسید -

ذات پاک او که الرحمٰن و القهار هست	رحم و قهرش منحصر قسمت و کردار هست
گر ترا از صدق دل توبه و استغفار هست	مغفرت یابی بلا شک کان خدا غفار هست
خار در آزار بخشی یا ز قهرش وار هست	وار در هنگام قهرش کم ز نوک خار هست
یار بر وقت عتابش بدتر از اغیار هست	غیر را یارا کے یارست کجا یار هست

بروقت صعوبت بجز الله از دیگرے استعانت نخواه چه مجال است
که غیر او دیگرے بگیرد در پناه -

رباعی

در خواست بجز خدا نمی باید کرد	لب را پے حرف وا نمی باید کرد
از ناخن پائی کشاید گرہے	زین یاران التجا نمی باید کرد

باقی - این عالم فانی بازی گاه طفلان است ثباتے و قرارے نمیدارد
هرچه که دران است راقم در سالے جشن شادی دخترے مهیا نمود در صحن حیدری

بدیگر جمیع اطفال آنقدر حادث شد که بر پریشانی بر پریشانی افزود- غرضیکه به بی لطفی تمام شادی به انجام رسید- لاکن هیچ یک طفل از اغذیه اقسام این تقریب شیرین کام نگردید- عهد واثق با این طفلان ساخته بودم که بعد صحت هر چیز خوردنی را اختیار نموده خواهم خورانید بفضل او تعالی چون موقع آن بیاید شادی لعبت های طفلان بساط بازی بگسترانید این تقریب غریب را بخوبی تکلف دادم به تصنیف این غزل لطیف زبان عبرت ترجمان را بر کشادم -

غزل

مبارک باد لعبت بازی اطفال ای باقی
بدان کار جهان را هم بدین منوال ای باقی

چو گردد ختم این بازی نه سازش چند وقتی
تماشا کید ساعت کن بشو خوشحال ای باقی

برنگ خیانه بازی طفلان است این عالم
ز بهر تختیان مختلف اشکال ای باقی

چنین بازی بپا هی شد بسی حالا که میگردد
ببینیان هم شود در عهد استقبال ای باقی

اگر من بازی آیم ازین بازیچه باید کرد
پی بازی دگر هی آید اندر دنبال ای باقی

درین دنیا نباشد هیچ کس بی رنج و غم زین پس
تو هم مانند طفلان باش فارغ بال ای باقی

مرا این بازی لعبت خوش آمد همره طفلان
مبارک شو شلان رقص هم و بال ای باقی

سکم از بازی نباشد فکر خانه داریت هر دم
همه هیچ است ناید با تو نیک اعمال ای باقی

غزل دیگر

هم آواز ند در پرده به بزم حال ای باقی
صدای نغمه و چنگ و رباب و نال ای باقی

خم و کوزه سبو جام سفالین کاسه چی باشد
هزاران نام خشت خاک بن منوال ای باقی

برنگ اعتبار لایق شاه و گدا گشته
ز یک پشم است در ته این گلیم و شال ای باقی

دو بینی شکل احول نیست شایان مرد و صدرا
به یک چشم نظر کن صورت احوال ای باقی

تعاقب نکبت ادبار سیازد درین دنیا
چه باشد اعتماد دولت و اقبال ای باقی

همه مانند ماضی حال ماضی میشود فردا
چرا امروز سازی فکر استقبال ای باقی

تو کافر مشربی چون بحث ایمان میکنی از ما
عجب حال باشد ذوق قیل و قال ای باقی

ازین دار فنا تنها نه قصد رفتنی داری
هزاران کاروان هستند در دنبال ای باقی

پذیرائی هر چیز است به فیض و عطای او
برمضان عید گردد و غره شوال ای باقی

ندیدش از کجا آدم نه دید ستم ندیدا و
که مثلش نیست پیداهست بی تمثال ای باقی

اگر او کن نمیگفتی نمی گشتی فکان پیدا
شد این ایجاد تکوین [illegible] وجود وال ای باقی

کمی عمر خود از بیشی ایام می فهمیم
ز دستم رفته هزاران روز ماه و سال ای باقی

جبال و آسمان و ارض را یارا نشد آنکه
بغیر از من امانت را شد حمال ای باقی

حذر از صحبت این قحبه دیرینه دنیا
هزاران شوهران را کشته است این زال ای باقی

کجا گنج و کجا قارون زمال آمال میداری
که انجام از فنا دادن مال را ای باقی

رباعیات حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ مترجمہ راجہ باقی مرحوم

حمد المنزہ تسمی باللہ مراۃ جمالہ جمیع الاکوان	درد	فی الخلق وحدتہ وانکان سوا فی الکون لمارئیت الا ایاہ
اُس پاک کو حمد نام ہے جسکا ہی خدا ہے اوس کے جمال کا جہان آئینہ	باقی	پایا اوسے خلق مین وہ ہی اُسکے سوا دنیا مین نہ دیکھا مگر اوس کو دیکھا
اللہ قضی بکل قضاء و قدر لا حول ولا قوۃ الا باللہ	درد	واللہ بہ وجود نفع و ضرر لولا تاثیرہ لما کان اثر
اللہ ہی کا حکم ہے قضا اور قدر لاحول ولا قوۃ الا باللہ	باقی	سوگند ہے اُسکی ذات سے نفع و ضرر تاثیر نہوتی اوسکی ہوتا نہ اثر
لا نعت لذاتہ و لا توصیف العجز عن الدرک لدرکت ماہو	درد	لا امر لوجدہ و لا تکلیف لا اسم ولا رسم ولا تعریف

اُس ذات کو لغت ہی نہ ہی کچھ توصیف اوراک سی عاجز ہے بشر وہ کیا ہے	باقی	پانیکو اُسکے امر ہے نے تکلیف بس کچھ بھی نہیں ہی اسم و رسم تعریف
اللہ تجلی الظہور الاسما بالشمس کما یغنی جرم القمر	ورد	ایاہ وجدنا لحضور الاسما الخلق منور به نور الاسما
اللہ کی تجلی ہے ظہور اسما خورشید سے جس طرح منور ہی قمر	باقی	ہمنے اُسے پایا بہ حضور اسما یون خلق منور ہے بہ نور اسما
لا یوجد لا جاعل ولا مجعول ادرکت وجوده بلا شرط الشئے	ورد	لا شئے ولا فاعل ولا مفعول لا علتہ وشہنا ولا معلول
کیا پایا ہیں نہ جاعل ہی نہ ہی وہ مجعول پایا ہے وجود اسکا بے شرط شئے	باقی	نا شئے ہی نہ فاعل ہی نہ ہی وہ مفعول علت ہی نہ اوسکی اسجگہ نا معلول
یارب اذا عرفت انت المعبود ایاک وحدت فی الجمیع الاعیان	ورد	انی لسجدت حیث انت المسجود یامن انت الوجود وانت الموجود
یارب تجھے پہچانا کہ تو ہے معبود پایا ہی تجھی کو مینے سب اعیان بیچ	باقی	وہان مینے کیا سجدہ جہان ہی مسجود ہے تو ہی وجود اور تو ہی موجود

نعت

خواہی کہ شود درد وجہانت بہبود گر فہم کنی وگرنہ فہمی بے شک	درد	در بندگی رسول باشی بسجود حق است ہمان ہرچہ پیمبر فرمود
کونین مین چاہتا ہے اگر اپنا بہلا تو سمجھے یا نہ سمجھے باقی بے شک	باقی	رہ بندگی نبی سے سجدہ مین پڑا حق ہے وہی جو کچہ کہ پیمبر نے کہا

باید دانست کہ ہفت رباعی رالبلحاظ حمد و نعت اخذ کردہ برعنوان سرنامہ آوردہ شد باقی ہمہ رباعیات جناب خواجہ میر درد علیہ الرحمان و ترجمہ باقی ہیچمدان ازینجا حسب ترکیب نسخہ علم الکتاب جناب مغفور بودہ است

سازسفرے اکابر آراستہ اند اے درد توہم برائے تعظیم کنون	درد	باہم برکاب گرچنین خواستہ اند برخیز کہ اہل بزم برخواستہ اند
تیار سفر کا ہو گیا ہے اسباب ای باقی کہڑا ہو تو بہی بہر تعظیم	باقی	اور قافلے والے ہین سبہی پا برکاب اٹھے ہین سب اہل بزم کر سبین شتاب
در خلوت ما کہ رشک صد انجمن است عالم آئینہ خانہ است و مارا	درد	با خویش زبان چو شمع گرم سخن است ہر سو کہ اشارتست با خویشتن است

اپنی خلوت میں حال کھلتا ہی ہمین اس آئینہ خانہ جہان میں دیکھو	باقی	قال اپنی زبان سی شمع آسا ہی ہمین ہے لپٹنے ہی ساتھہ جو اشارا ہی ہمین
از فیض تو ہر خزانہ معمور آمد بخت سیہ ات رخت ز عالم بربست	درد	وز لطف تو ہر غمزدہ مسرور آمد ہر سایہ کہ زیر سایۂ نور آمد
رحمت سے ترے کوئی نہ مہجور رہا بس بخت سیاہ اُس کا معدوم رہا	باقی	ہر غمزدہ جان و دل سے مسرور رہا جو سایہ کہ زیر سایہ نور رہا
ہستی و عدم خراب میخانۂ اوست چشم دل تو اگر حقیقت بین است	درد	امکان و وجوب مست پیمانۂ اوست ہر ذرہ خلق روزن خانۂ اوست
ہستی و عدم اُسی کا میخانہ ہے گر دیدۂ دل تیرا حقیقت بین ہو	باقی	امکان وجوب جس کا پیمانہ ہے ہر ذرۂ خلق روزن خانہ ہے
ہیچی تو اگر ظہور کونین ز کیست نقش بالغیب چو صبغۃ اللہ بود	درد	پیش تو برابر است چہ مرگ و چہ زیست معلوم کنی تلون عالم چیست
کس کا کونین ہے سمجھے مطلب رنگ بیرنگ جب نظر میں آجای	باقی	کیا مرگ ہی کیا زیست برابر ہیں سب تب سمجھے گا نیرنگی عالم کا سبب

گر باد نسیم مست بوی تو گذشت یارب چقدر ز خلق نزدیکتر ہی	درد	در فصل بہار محو بوی تو گذشت ہر کس کہ ز خود گذشت سوی تو گذشت
ہے تیری ہی بو پر گزر باد صبا مخلوق سے یارب ہے تو کتنا نزدیک	باقی	تیرے ہی طرف گلوں کا موسم ہی گیا جو اپنے سے گزرا ترے جانب گزرا
اے بہر شفاعت دو عالم لائق بے شبہہ ز خورشید حقیقت بجہان	درد	دارم ز جناب تو امید واثق تو مخبر صادق چو صبح صادق
تجھکو ہے دو عالم کی شفاعت لائق خورشید حقیقت ہے جہان میں بیشک	باقی	رکھتا ہوں میں تجھہ ہی سے امید واثق صادق مخبر ہے مثل صبح صادق
زد شعلہ چو حسن دلفروزش خوانند خلق است عبارت از ظہور خالق	درد	گل کرد چو ناز عشق سوزش خوانند خورشید چو جلوہ کرد روزش خوانند
جسکا جب حسن دلفروز اسکو کہیں ہے خلق عبارت ظہور خالق	باقی	بڑکا جب عشق ناز سوز اسکو کہیں خورشید کری جلوہ تو روز اسکو کہیں
آن دل کہ ہمہ وقت بحق آگاہ است در دیدۂ مردان اہل تحقیق	درد	خالی ز خیالات گدا و شاہ است مصراع دگر ز بہر بیت اللہ است

جو دل کہ ہے ماہیت حق سے آگاہ اہل تحقیق کی نظر مین بے شک	باقی	سب اسکو برابر ہین گدا ہو یا شاہ وہ مصرع ثانی ہے پئے بیتا اللہ
بحر ہستی کہ در خروش افتادست یارب مددے کہ بیخودی میخواہم	درد	از کشمکش علم بجوشش افتادست بار دو جہان بر سر ہوش افتادست
دریائے حقیقت مین جو واقع ہی خروش یارب تو مدد کر مجھے کردے بیہوش	باقی	ہے کشمکش علم سے ہے سکا یہ جوش کونین کا بار سر پہ رکھتا ہی یہ ہوش
اے درد بصد رنگ اگر پیدائیم چون عکس نمود ما وجود دگری است	درد	اما مرآت معنی یکتائیم ہر چند کہ باہم نگولی مائیم
ہر چند کہ سو رنگ سے پیدا ہین ہم یہ عکس نمود ہے وجود اور ہی کا	باقی	مثل آئینہ کے معنی یکتا ہین ہم موجود ہین گو نہ کہہ پیدا ہین ہم
لوح امکان بود ز ہستی سادہ آلان کما کان اگر در نظر ست	درد	واجب ہمہ جا فیض وجودی دادہ ممکن ز عدم پائے برون ننہادہ
لوح امکان ہی سادہ ہستی ہی کیا الآن کما کان کے معنی سمجھو	باقی	باقی ہے وجود فیض واجب ہر جا ممکن نے عدم سے پاؤن باہر رکھا

ہر جا کہ ترا جلوہ گری خواہد بود در صفحۂ امکان کلفت گر نہ بود	ورد	دل در صدد پردہ دری خواہد بود باطل چون سطح جوہری خواہد بود
جس جا پہ تری جلوہ گری ہو کامل گر صفحۂ امکان نہو تیری طرف	باقی	ہو گا مرا دل پردہ دری پر مائل مثل سطح جوہری کے ہو گا باطل
باطل نبود جہان حکمت بنیاد می خواست کہ بر خویش نظر بکشاید	ورد	بیہودہ مدان کثرت نقش ایجاد غیریت ما آئینہ در دستش داد
خالی نہین حکمت سے جہان آرائی چاہا جب اوس نے اپنی صورت دیکھی	باقی	باطل نہین ایجاد کی کثرت بھائی غیریت میری آئینہ دکھلائی
ادراک مرا دعوت پیدائی کرد زین پیش نداشتم دماغ صحبت	ورد	فریاد کہ رسوائی شناسائی کرد علم است کہ این انجمن آرائی کرد
ادراک نے جب دعوت پیدائی کی مجھکو تھا کہاں دماغ صحبت پہلے	باقی	فریاد کہ بیداد شناسائی کی اس علم نے سب انجمن آرائی کی
اینجا کہ بلیہ تقیید عام است زندانی قید ہستیم چون طاوس	ورد	آزادگی اے درد خیال خام است ہر نقش پرے کہ ہست چشم دام است

دنیا مین بلائے تقید ہے عام قید ہستی مین ہو نہین مثل طاؤس	باقی	باقی آزادگی ہے سودائے خام جو نقش ہے اسکی ہی دیدۂ دام
مارا نبود گر ز دران کو کہ توئی گو آئینہ وجہ تو باشد ہمہ خلق	درد	تو ہر سو و کس نرفتہ آن سو کہ توئی نتوان دیدن ترا ازان رو کہ توئی
جس کوچہ مین تو ہے نہین وہان اپنا گزر سب خلق تری ذات کا گو آئینہ ہی	باقی	ہر سو مین ہی تو وہان نکیا کوئی بشر جو منہ ہی ترا دیکھہ نہین سکتی نظر
ہر چند چو شعلہ سرفرازی کردیم ہر سرکشئے کہ بود آخر چون شمع	درد	یک عمر بہان زبان درازی کردیم دیدیم کہ صرف جان گدازی کردیم
گو شعلہ نمط ہے سرفرازی اپنی کیا حاصل سرکشی ہوا آخر کار	باقی	یک عمر رہی زبان درازی اپنی ہے شمع کی طرح جان گدازی اپنی
از ہر بد و نیک چون خوش و شاد شدیم یعنے دل را کہ باعث تفرقہ بود	درد	وارستہ ز خار و گل چو شمشاد شدیم بستیم بہ زلف یار آزاد شدیم
ہر نیک و بد سے خوش ہوئے شاد ہوئے تہا باعث تفرقہ ہمارا یہ دل	باقی	آزاد گل و خار سے شمشاد ہوئے باندہا اسے زلف سے تب آزاد ہوئے

گاہے سحر است و گاہ شام آنجا مانند شرر مشو زہستی غافل	درد	از کون و فساد انتظام است اینجا در چشم زدن کار تمام است اینجا
روشن ہے کبھی سحر کبھی ظاہر شام مانند شرر نکر غرور ہستی	باقی	اس کون و فساد کا بُرا ہی انجام اک چشم زدن میں کام ہوتا ہی تمام
مطرب فانی و بزم و ساقی فانی بردار دل از کثرت بی بود جہان	درد	باہر کہ شدی آہ ملاقی فانی اللہ بود و باقی و باقی فانی
مطرب فانی ہے بزم و ساقی فانی اس دار فنا میں دل لگی خوب نہیں	باقی	تو جس سے ملا وہ ہے ملاقی فانی اللہ ہے باقی اور باقی فانی
سر رشتۂ نظم ما دمی برہم خورد تا جمع شویم چو مژگان خود را	درد	چون گل اوراق این چمن برہم خورد اے درد ہزار انجمن برہم خورد
سر رشتۂ نظم ما دمی برہم ہے جبتک کہ کیا مثل پلک آپکو جمع	باقی	گل کی مثل ہر برگ چمن برہم ہے اے باقی ہزار انجمن برہم ہے
ہر لحظہ درین خانہ کہ من می آیم چون شعلہ کجا رسیدنم منظور است	درد	گم کردہ رہ شناختن می آیم پیوستہ برون ز خویشتن می آیم

معلوم نہین گہر سے کہان جاتا ہون شعلہ کی طرح کہین پہونچنا ہوگا	باقی	بھولا ہوا راستہ ہون گہبراتا ہون یون آپ سے باہر ہو نکل آتا ہون
اے درد اگر صفائی جانے داری دانم بمحیط خویش واصل گردی	درد	آئینۂ حسن بے نشانے داری چون سیل تو ہم طبع روانے داری
اے باقی اگر صفائی جان رکھتا ہے دریا مین تو جا پہونچیگا سیلاب کی مثل	باقی	آئینۂ حسن بے نشان رکھتا ہے تو بہی تو خود اک طبع روان رکھتا ہے
شخص انسان کہ شان اعظم دارد لیکن نتوان یافت بہ بحر کونین	درد	دارد بخود آنچہ ہر دو عالم دارد آن گوہر نایاب کہ آدم دارد
شخص انسان خلق اعظم مین ہے بحر کونین مین ہے ملتا ہے کہان	باقی	اس مین جو ہے وہ دونون عالم مین ہے وہ گوہر نایاب جو آدم مین ہے
در عجز نیاز کبریائیم ہمہ ما درویشان اکسیر ای درد	درد	در کسوت فقر یا غنائیم ہمہ خاکیم اگرچہ کیمیائیم ہمہ
ہین مظہر شان کبریا ہم درویش اکسیر کے مانند سمجھ اے باقی	باقی	ہین فقر مین رشک اغنیا ہم درویش گو خاک ہین پر ہین کیمیا ہم درویش

خواہی کہ ہمہ راز آلہی فہمی اے بے خبر از خویش چہ امکان داری	درد	چیزے کہ بروں ز فہم خواہی فہمی اسرار آلہی تو کجا ہی فہمی
خواہاں ہے کہ اسرار آلہی سمجھے اپنے ہی کو سمجھا نہیں کیا امکان ہے سمجھے	باقی	آوے نہ سمجھ مین خواہ نخواہی سمجھے اسرار آلہی کو کہا ہی سمجھے
ہر چند ہمہ بہ آب رنگ آمدہ ایم تا کے بہ گرفتگی خاطر سازیم	درد	از شیشۂ دل بزیر سنگ آمدہ ایم چون غنچہ ز وضع خویش تنگ آمدہ ایم
گو باغ جہان مین شوخ رنگ آیا ہون کب تک یہ گرفتگی برنگ غنچہ	باقی	شیشہ کی طرح سے زیر سنگ آیا ہون آپ اپنی ہی وضع سے مین تنگ آیا ہون
ہر چند کہ بر لب است حرف خندان چون گل ہمہ مشق سینہ چاکیہا بود	درد	دل گر نکشید لیک طرف خندان عمرے کہ نمودہ ایم حرف خندان
گو لب پہ رہا ہمیشہ حرف خندان تھی مشق وہ گل کی سینہ چاکی کی مشق	باقی	دل کو نہوا میل یہ طرف خندان جو عمر کہ ہنسنے کی ہے حرف خندان
اطلاق و تقیید از چہ ممتاز جلی است فہمیدہ بہ عمرو زید بنگر کاینجا	درد	در مرتبہ جمع ہمہ یک معنی است جزئی است تخیل و تعقل کلی است

اطلاق و تقیید نہین دونون مخفی تو زید و عمر سے سمجھ اور دیکھ یہان	باقی	ہین مرتبہ جمع مین اک ہی معنے جزئی ہے تخیل اور تعقل کلی
وحدت نظارہ باز یکتائی اوست تنزیہ تجرد و تقیید تشبیہ	درد	کثرت آئینہ دار پیدائی اوست سلب و ایجاب صف رعنائی اوست
وحدت نظارہ باز یکتائی ہے تنزیہ تجرد اور تقیید تشبیہ	باقی	کثرت آئینہ دار پیدائی ہے سلب و ایجاب صف رعنائی ہے
آنانکہ بہ تحصیل نظر داشتہ اند ہشدار کہ برگ و بار گل خواہد کرد	درد	خرمن خرمن ز علم انباشتہ اند زین تخم کہ در مدرکہ ات کاشتہ اند
تحصیل و فضل ہے جنہین مد نظر پہولینگے پہلینگے اور لائینگے بہار	باقی	سینہ مین بہرا ہے انکی علم اور ہنر وہ تخم جو بوئے ہین یہی اسکا ثمر
یک عمر قدم براہ افسانہ زدیم المنۃ للہ کہ آخر اے درد	درد	یک چند در کعبہ و بتخانہ زدیم در میکدہ آمدیم و پیمانہ زدیم
یک عمر حکایتین تہین اور افسانہ المنۃ للہ کہ آخر باقی	باقی	یک چند حرم تہا ہم نے یا بتخانہ ساقی ہی ہم ہین مے ہی اور پیمانہ

ہر چند نشد دل ز حقیقت آگاہ یا رب تو ز خود نشان دہی یا ندہی	درد	پائے طلبش ہست ہمان بر سر راہ ما ہیم و ہمین نام تو اللہ اللہ
ہرگز نہ حقیقت سے ہوا دل آگاہ تو اپنی نشان دہی کرے یا نہ کرے	باقی	اوس کے ہین وہی پائے طلب بر سر راہ ہم ہین یہ ترا نام ہے اللہ اللہ
کیفیت چشم تو بخاطر جا کرد بر دل چو نظر فتاد از خود رفتم	درد	مستغنیم از کشمکش صہبا کرد این شیشہ مگر نشہ می پیدا کرد
کیفیت چشم کی جو دل مین جا ہے دل پر جو نگاہ کی تو سرمست ہوا	باقی	ساقی کس کو شراب کی پروا ہے اس شیشہ مین خود نشہ می پیدا ہے
از حرص گر آستین فشاند دل ما اے درد ہزار سلطنت مفت بود	درد	چون نشہ چہ عجب کہ حکم راند دل ما جمعیت اگر بہم رساند دل ما
گر ترک کرے حرص ہمارا یہ دل باقی کو ہزار سلطنت مفت ملے	باقی	ہو نشہ کی طرح سے حکمرانی حاصل جمعیت دل اوس کو اگر ہو کامل
بر دوش ہوا بستہ نفس محمل ما حل ہیچو حباب گرچہ کردیم دلے	درد	حیف است کہ پیچیدہ ہوسے در دل ما جز ہیچ نداشت در گرہ مشکل ما

یہ کہتا ہے نفس ہوا یہ اپنا محمل مانند حباب حل مجھ سے کہتی گرچہ لیکن	باقی	ہے حیف کرے ہوس گر اپنا یہ دل جز ہیچ نہ نہی گرہ مین کوئی مشکل
اے درد چہ گویم از چہ گویم با تو او باطن محض گشتہ از فرط ظہور	درد	خود بیخبرم خبر چہ گویم با تو ظاہر تر ازین و گرچہ گویم با تو
اے باقی بیخبر کہوں کیا تجہہ سے ہے فرط ظہور سے حق باطن محض	باقی	ہے بیخبری اثر کہوں کیا تجہہ سے ظاہر تر و گر کہوں کیا تجہہ سے
آن جلوہ کہ از طاق شعورم افگند تا پردہ راز از قربیت نہ درد	درد	بر خرمن ہوش برق طورم افگند نزدیک شد آن قدر کہ دورم افگند
وہ جلوہ جو چشم دید کا نور ہوا پردہ اٹھا جو اقربیت کا یس	باقی	غفلت سوزی کو شعلہ طور ہوا نزدیک ہوا ایسا کہ مین دور ہوا
درد آن کہ از و گرمئی صد محفل بود او بہر ہنر نقش سبحان آگاہ	درد	روزے دو سہ زین پیش درین منزل بود کاین مشت غبار زمانے دل بود
وہ باقی فانی جو بڑا کامل تھا اب خاک پہ اس کی جا کے بحسرت دیکھہ	باقی	دو روز کے آگے رونق محفل تھا ہے مشت غبار اب کبھی یہ دل تھا

گر بوده ام و گر نبودم رفتم در آئینه وہم چو تمثال اے درد	درد	بال و پر جلوه کشودم رفتم روئے کہ نداشتم نمودم رفتم
ہیں تنہا کہ نہ تہا ظہور پایا کہ چلا یاں آئینہ وہم میں تمثال مثال	باقی	پر کھول کے کچھ مزہ اُڑایا کہ چلا صورت جو نہ تھی اُسے دکھایا کہ چلا
ہر چند کشد زمانہ کار خود را از پائے فتادہ ایم چون سایہ ولے	درد	از دست مدہ تو اعتبار خود را ہرگز نہ فگندہ ایم بار خود را
ہر چند کہ ہیں اہل جہان کار اپنا سایہ کی طرح گری ہوئی ہیں لیکن	باقی	کھوتا نہیں اعتبار اے یار اپنا ڈالا نہ کسی پہ ہمنے یہ بار اپنا
با اہل دول تندی خو پیدا کن تا کے ز ہوا زنی بہ عزت آتش	درد	در گلشن سکینت نمو پیدا کن در خاک نشین و آبرو پیدا کن
ساتھ اہل دول کے تندی خو پیدا کر کب تک تو جلائیگا ہوا سے عزت	باقی	گلشن میں سکوت کی نمو پیدا کر ہو خاک نشین تو آبرو پیدا کر
گر مست شبابیم و خراب شیبیم ستار عیوب نیست جز پردۂ غیب	درد	در محو ہنر تمام صرف عیبیم مشتاق لقائے پردہ پوش غیبیم

گر مست شباب ہین کہ ہین خستہ شیب مشتاق ہم اسکے ہین لقا کے باقیؔ	باقی	ہین محو ہنر یا کہ ہین مصروب عیب مشتاق نہیں ہے جو در پردۂ غیب
شب زندہ نداشتی و مُردن نزدیک دل غافل و مرگ بر تو پیداست اے درد	درد	مانند سحر نفس شمردن نزدیک گل خندہ و ہنگام فسردن نزدیک
بیمار ہون مجھہ پہ رات بھاری ہے قریب نزدیک ہے موت عقل سے باقی دور	باقی	مانند سحر نفس شماری ہے قریب گل کہلتے ہین مرجہانیکی باری ہے قریب
بر جرم گر اعتراف خواہی کردن یارب تو کریم و من گنہگار توام	درد	دل را اے درد صاف خواہی کردن دانم آخر معاف خواہی کردن
مجرم ہون اعتراف کرتا ہون صاف یارب تو کریم ہے گنہگار ہون مین	باقی	کیا منہ ہے جو چاہون مین کچہہ اپنا انصاف تقصیر معاف ہو گی تقصیر معاف
اندیشہ اگرچہ پیش و پس میگردد نے ہیچ کسے شریک ہستی باشد	درد	در خویش ولی ہر نفس میگردد ہستی نہ شریک ہیچکس میگردد
گردش سے پس و پیش کی ہے یہ ہستی ہستی نہ کسی اپنے کرتی ہے شریک	باقی	رونے پہ ہوا اس خلق کی خلقت ہستی ہوتا ہے نہ کوئی یہان شریک ہستی

اے درد اگر محرم راز قدمے اے ہیچ ترا باہیں خیالات چہ کار	درد	با شادی و غم چرا عبث متہمے جائے کہ وجود است تو آنجا عدمے
باقی کیا جانتا ہے اسرار قدم اے ہیچ تجھے کیا ہے تخیل سے کام	باقی	ہوتا ہے عبث متہم شادی و غم جس جا کہ وجود ہے وہاں تو ہے عدم
اے جلوہ بدیدہ یار خواہد گردید ما آئینہ ایم خود پرستست نگار	درد	راز تو ہمہ آشکار خواہد گردید ناچار بیاد و چار خواہد گردید
اک دن دیدار یار ہو جائیگا ہیں آئینہ ہوں نگار ہے خود پرست	باقی	راز اس کا خود آشکار ہو جائیگا ناچار کبھی دو چار ہو جائیگا
ناچار اے درد در جہان باید زیست مردن بمراد خود میسر گر نیست	درد	ہر چند کہ شد زیست گران باید زیست چندے بمراد دیگران باید زیست
باقی دنیا میں رائیگان جینا ہے ہم اپنی مراد سے نہیں مر سکتے	باقی	ہر چند ہے زندگی گران جینا ہے اوروں کی مراد سے یہاں جینا ہے
ہر چند کہ صد جلوہ نمودست وجود معلوم نہ گشت انکشافی کہ مراست	درد	وا کردن چشم غیر حیرت نہ نمود بگشود کہ و بر کہ کشاد و چہ کشود

سو جلوے وجود نے دکھائے ہیں یہاں مجھکو جو ہے انکشاف معلوم نہیں		حیرت کے سوا دیکھنے سی کیا ہو بھلا کس نے کھولا کیا کھلا ہے ہوں حیران
جاہل طبعیم گرچہ باعرفانیم حرف از ما دگر نیاید پرسید	درد	طفلیم ہنوز گو مطول خوانیم ما می دانیم انچہ میدانیم
جاہل ہیں معرفت کو پہچانتے ہیں ہم سے زنہار دوسری بات نہ پوچھ	باقی	ہیں طفل مگر پر ہمیں مانتے ہیں ہم جانتے ہیں جو کچھ کہ ہم جانتے ہیں
اے درد ازین بزم اگر باخبری بر خویش چو شمع چشم بکشا کا ینجا	درد	بیہودہ چرا ہر طرف می نگری ہر چند ستادہ و لے میگذری
باقی اگر اس بزم سے تو ہے آگاہ تو آپ کو مثل شمع کے دیکھ یہاں	باقی	کیوں بیہودہ ہر طرف کو کرتا ہی نگاہ ہر چند کھڑا ہوا ہے چلتا ہی تو راہ
تمییز کہ غیر نقش تشویش نہ بست گفتم وحدت چسان بہ کثرت گنجد	درد	ہر لحظہ بہ نیرنگی رنگی پیوست دل آمد و پیش روییم آئینہ شکست
اوہام نے ہوش کا جو رخ موڑ دیا پوچھا یہ کہ وحدت ہوئی کثرت کیسی	باقی	نیرنگ کو لا کے رنگ سی جوڑ دیا دل نے پیش آکے آئینہ توڑ دیا

ہر چند کہ اسفلیم لیک اعلائیم جز نام دگر ز ما نیاید طلبید	درد	سنگیم ولے کعبہ پر بینائیم مانند نگین جلوہ گہ اسمائیم
ہر چند کہ ادنی ہیں مگر اعلیٰ ہیں ہم سے جز نام دوسری بات نہ پوچھ	باقی	پتھر ہیں مگر کعبہ میں با برجا ہیں مانند نگین جلوہ گر اسما ہیں
باعث شدہ بر عروج ما پستی ما آگاہ ز آگاہی خود ساختہ است	درد	ہشیاری ما فزود از مستی ما عارض شدہ غفلتے کہ بر ہستی ما
باعث ہے مرے عروج کا یہ پستی ہستی پہ جو عارض ہوئی غفلت اوسنے	باقی	ہشیاری نے کی زیادہ میری مستی آگاہ کیا سمجھا ہیں اپنی ہستی
چو آئینہ باید کہ مصفا باشی اے درد اگر قریب خدا میخواہی	درد	تا مظہر نور حق تعالےٰ باشی دور از خود و نزدیک بہ دلہا باشی
آئینہ صفت دلکو تو کرلے پر نور اے باقی اگر حق سے ہی قربت منظور	باقی	تا تجھ میں ہو انوار الٰہی کا ظہور نزدیک دلوں سے رہ اور اپنے سے دور
چون دود نہ پیدا ز چہ سودا بدماغ رفتند بخواب اہل بزم و مارا	درد	کر دست جگر غم احبا ہمہ داغ باز ست ہنوز چشم مانند چراغ

مانند وہ ہوں کے ہیں جو سودا بدماغ سب سو گئے اہل بزم لیکن باقی	باقی	احباب کے غم سے ہی جگر میرا داغ اتبک ہے کھلی اکیلی آنکھہ مری مثل چراغ
گرم سفر زمنزلے میگوییم این قافلہ مست می بے دردی من	درد	افسانۂ شوق محملے میگوییم بانگ جرسیم در دولے میگوییم
ہوں گرم سفر کرتا ہوں ذکر منزل یہ قافلہ ہے مست مئی بے دردی	باقی	پڑھتا ہوں میں افسانۂ شوق محمل میں بانگ جرس ہوں کہتا ہوں درد دل
آن ذات غیور یار با خویشتن است گنجایش غیر در حریمش نبود	درد	وان آئینہ رو دوچار با خویشتن است اورا ہمہ کار و بار با خویشتن است
وہ ذات غیور یار اپنا ہی ہے گنجایش غیر اسکی دم میں مشکل	باقی	آئینہ میں دوچار وہ اپنا ہی ہے سب کرتا وہ کار و بار اپنا ہی ہے
تا کے بہ غم منفج و مسہل خوردن ای درد اجل ہیچ کس را نگذاشت	درد	خود را ز تردد این ہمہ فسردن بر زیستن این قدر نباید مردن
کب تک اس موت سے ہے ڈرنا باقی چھوڑا نہ اجل نے جب کسیکو تو پہر	باقی	منفج مسہل کی فکر کرنا باقی اس جینے پہ اسقدر نہ مرنا باقی

نے آن کہ دعا ہیچ ندارد اثرے مشروط بشرط این و آن نیست کہ ہست	درد	موقوف نہ زندگی بہر برگ و برے نبض و مرض و شفا بدست دگرے
کیا کہئے اثر نہیں دعا میں کیا بات مشروط بہ شرط این و ان پر کب ہے	باقی	کچھ اغذیہ پر نہیں ہے موقوف حیات ہے نبض و مرض شفا کسی اور کے ہاتھ
فریاد کہ حسن بے حجاب او را صد جلوہ نمود یار ما بے خبران	درد	در پردہ نہفت پردہ کوری ما افسوس نداشتیم چشم بینا
فریاد کہ بے حجاب تھا حسن اوسکا ہم بے خبر اوس نے سو دکھائے جلوے	باقی	پردے میں ہماری کوری سے چھپا افسوس نہیں رکھتے تھے چشم بینا
در قسمت من مسلیست چو معدومی بس آبم نہ نشاند چون گہر گردی را	درد	آثار وجود چون توان کرد ہوس چون لعل ز آتشم نمیسوزد خس
قسمت میں ہمارے ہے یہ معدومی بس موتی کیطرح پانی نے بٹھلائی نہ گرد	باقی	آثار وجود کی کرین خاک ہوس اور آگ نے مثل لعل پھونکی نہین خس
اے درد دلے کہ راز حق را فہمید عارف دانست انچہ عارف دانست	درد	ہر بحث ہمان حجت مولے افہمید ملا فہمید انچہ ملا فہمید

باقیؔ جس دل نے رازِ حق کا سمجھا عارف جو جانا اسکو عارف جانا	باقی	ہر بحث کو بیں وہ بحث مولے سمجھا ملا جو سمجھا اسکو ملا سمجھا
گا ہے خلش غرور باشد مارا ما ہیچ نیم دردؔ و ہم ہستی	درد	گہ ناخنِ عجز ہنر اشد مارا ہر لحظہ صورتے تراشد مارا
گاہے خلش غرور ہستی ہے فاش ہیں کچھ نہیں باقیؔ ہون لیکن مگر پراوہام	باقی	گہ ناخن عجز تجھکو دیتا ہے خراش ہر لحظہ نئی شکل کی کرتا ہے تراش
یارب چہ زبان کارم و گویم کہ بہ بخش دارم چو محمدؐ ی شفیع محشر	درد	بارے زگنہ دارم و گویم کہ بہ بخش صد تو دہ گنہ آرم و گویم کہ بہ بخش
کتنا ہی زیان کار ہون اور منہ ہے سیاہ رکھتا ہون محمدؐ سا شفیع محشر	باقی	ہے بار گنہ بخش تو ہے اے اللہ تو بخش ہیں لایا ہون یہ سوتو دہ گناہ
ہر چند کہ من دلے فضولی دارم با این ہمہ اے رحمتِ بے علت حق	درد	فہمیدکج و طبع جہولی دارم از درگہت امید قبولی دارم
افعال مرے ہیں گرچہ بیہودہ فضول اے رحمت بے علت حق سا نہ اسکے	باقی	ٹیڑھی سمجھ مری اور طبع جہول درگاہ سے تری رکھتا ہوا امید قبول

این شعبده ها که رو نمایند همه ترک همه اختیار باید کردن	درد	زشتند ولے نکو نمایند همه زان پیش که ترک تو نمایند همه
یہ شعبدے جو شکل دکھاتے ہیں سب ان سب کو تو چھوڑ دے یہاں آ باقی	باقی	گو زشت ہیں اچھے نظر آتے ہیں سب چھوڑینگے تجھے۔ سنا ہے کب آتی ہیں سب
انسان که حباب او حباب عالیست در بزم خیال او که رشک خلد است	درد	اے درد عجب درگہ فارغ بالیست چو آئینه جائے هر که آید خالیست
انسان کی حباب ہی حباب والا بزم دل میں جو اس کے آجاتا ہے	باقی	اس کی درگاہ میں فراغت ہی سدا آئینہ کی طرح اسکی خالی ہے جا
چشم گرد و بدن فانوس خود است در بزم ظهور بے سبب مانده ام	درد	گوشم همه بر صدائے ناقوس خود است چون شمع مرا سر قدمبوس خود است
ہیں نور فزا اپنے ہی فانوس کا ہوں اس بزم ظہور میں ہوں مانند شمع	باقی	عاشق اپنے صدای ناقوس کا ہوں مشتاق لب اپنے ہی قدمبوس کا ہوں
گا ہے طرف شادی بیہودہ شدیم گلگشت گلستان تجمل کردیم	درد	گہ با غم بیفایدہ آلودہ شدیم از گردش رنگ خویش فرسودہ شدیم

رہتے ہیں کبھی خوشی سے آسودہ ہم گلگشت گلشن تجمل کر کے	باقی	ہوتے ہیں کبھی غم سے غم آلودہ ہم اس گردش رنگ سے ہیں فرسودہ ہم
گہ در طلب کمال علم و ہنریم داہیم ہجوم بر لب بحر خیال	درد	گاہے ز رہ بیہودگی در بدریم ہستی پل بستہ از تو ما می گذریم
ہم علم و ہنر کے گہ طالب ہوئے دریا کے خیال پر کیا ہے ہجوم	باقی	گاہے بیہودہ در بدر خوار ہوئے ہستی پل باندھا تجھ سے ہم پار ہوئے
ہستی کہ وبال گردن آمد چون دین اے پیش و پس تو ہیچ چشمے بکشا	درد	ہنگامہ وہم تست کو غیر و چہ عین گر واقفی از وجود بین العدمین
ہستی کہ وبال جان ہے مانند دین کچھ بھی نہیں پیش و پس تری آنکھیں تو کھول	باقی	ہے وہم کا ہنگامہ نہ ہے غیر نہ عین گر جانتا ہے وجود بین العدمین
ہر صبح چو صبح سینہ شق باید کرد بر ہستی بے ثبات مثل شبنم	درد	ہر شام جگر خون چو شفق باید کرد سر تا قدم از شرم عرق باید کرد
ہر صبح کو کر صبح صفت سینہ کو شق اس ہستی بے ثبات پر شبنم وار	باقی	ہر شام جگر کو خون کر مثل شفق باقی ہمہ تن شرم سے ہو جا تو عرق

فرمود چنین حضرت حی قیوم ہشدار کہ در عالم کثرت ہرگز	درد	در گوش دلم کہ اے طلسم موہوم تا من ہستم تو ہم نگردی معدوم
فرماتا ہے گوش دل مین حی قیوم رکھہ ہوش کہ اس عالم کثرت مین تو	باقی	سُن لے تو یہ اسرار طلسم موہوم جبتک کہ مین ہون نہوگا ہرگز معدوم
ما صاف دلان نہ آہ و ہوئے داریم جز جلوہ او زمانہ باید طلبید	درد	نے بحث بہ کس نہ گفتگوئے داریم ما آئنہ ایم عکس روئے داریم
ہم صاف دلونکو لطف کیا ہا ہُو کا جز جلوہ یار ہم سے کچھ بات نہ پوچھہ	باقی	اور ہم کو کہان دماغ گفتگو کا ہم آئینہ ہین ہم ہین عکس اوس رو کا
یک عمر ز دور می شنیدم اورا اکنون کہ چون آئنہ رسیدم پیشش	درد	در پیش خیال می کشیدم اورا خود را او دید من نہ دیدم اورا
اک عمر مین دور سے سنا تہا اوس کو اب روبرو ہوگیا جو آئینہ کی طرح	باقی	آغوش خیال مین لیا تہا اوسکو وہ دیکھہ لیا مین نے نہ دیکھا اُسکو
بر خلق در واہمہ باز است اینجا ہر چند کہ تار زندگی کوتاہ ست	درد	ہنگامہ غفلت است و از است اینجا عمر طول امل دراز است اینجا

دنیا مین ہے غفلت یہ ورد اہمہ باز ہرچند کہ تار زندگی ہے کوتاہ	باقی	ہنگامہ ہے غفلت کا یہان الہی آز لیکن طول امل کی ہے عمر دراز
اے آنکہ ہمیشہ در خیال اوئی از خود طلب آن ہمہ کمال اورا	درد	با طالب دولت وصال اوئی چون آئینہ مظہر جمال اوئی
ہرچند کہ تیرے دلمین خیال اوسکا ہی پیدا کرلے کمال پہر آئینہ سا	باقی	ہر شام و سحر شوق وصال اوسکا ہی یہ دل تیرا مظہر جمال اوسکا ہے
خمار خمار گر ز صہبا بشکست این ہا ہمہ بندہ ہوائے نفسند	درد	در محتسب از غرور مینا بشکست من بندہ آن کسم کہ خود را بشکست
خمار نے گر خمار اپنا توڑا یہ بندے ہین سب اپنے نفس کے باقی	باقی	نخوت سے جو محتسب نے مینا توڑا مین بندہ ہون اوسکا جس نے نفس اپنا توڑا
نے جام و نہ مینا و نہ ساقی نے گل ہنگامہ ہستی است چہ حسن و چہ عشق	درد	نے مطرب نے نغمہ نہ چنگ و نہ دہل نے شمع نہ پروانہ نہ گل نے بلبل
مینا ہے نہ جام ہے نہ ساقی ہے نہ گل ہنگامہ ہستی ہے یہ حسن اور یہ عشق	باقی	مطرب ہے نہ نغمہ ہی نہ ہی چنگ و دہل نے شمع نہ پروانہ نہ گل نے بلبل

عمرے کہ شمردہ ایم سال و ماہش سرگرم سراغ کیست یارب دوران	درد	مانند فلک قرار نبود گاہش یک خلق چو سایہ میرود ہمراہش
اس عمر کے بین نے جو گنے سال و ماہ دوران ہے الٰہی کس کا سرگرم سراغ	باقی	مانند فلک قرار اوس کا نہیں گاہ اک خلق ہے مثل سایہ اوسکے ہمراہ
میناست اگر سیر نیاز است اینجا این محفل ورد جائے بدمستی نیست	درد	جام است دگر دیدہ باز ست اینجا ہشدار کہ بزم امتیاز است اینجا
مینا ہے اگر سیر نیاز اس جا ہے بدمست نہونا کبھی باقی رکھہ ہوش	باقی	اور جام ہے گر دیدۂ باز اس جا ہے یہ محفل خاص امتیاز اسجا ہے
طفلی بگذشت و شد جوانی حاصل ہر چند جو تار سبحہ بر جائے خودی	درد	پیری ہم رسید نباشی غافل چون دانہ کنند قطع رہ اینجا منزل
طفلی گذری ہوئی جوانی حاصل گو جا پہ ہے اپنی مثل تار تسبیح	باقی	آتا ہے بڑہاپا نہوا وس سے غافل دانیکی طرح ہے قطع رہ بین منزل
گر ورد ترا غفلت دل کردہ خراب اے بیخبر این ہمہ غنودن تا کے	درد	گر آگہت فگندہ اندر تپ و تاب بیدار تمام باش یا خوب بخواب

باقی غفلت مین دل نے ہی رکھا تجھ خواب اے بیخبر اونگھتا ہے ایسا کب تک	باقی	اس علم نے پیچ و تاب مین ڈالا خوب یا جاگ تمام رات یا سو جا خوب
تا کے مغرور بادشاہی بودن امروز بہ ہرچہ میتوانی می ناز	درد	ہنگام گہ جہان پناہی بودن فردا تو بیاد کس نخواہی بودن
کب تک یہ غرور بادشاہی کا ہی بس آج تو ناز کرلے جتنا چاہے	باقی	اور فخر جہانداری کہان تک کیا ہی کل یاد مین تو کسی کے کب رہنا ہی
شاہا چو گدا با دل غمناک نشین زان پیش کہ با خاک برابر گردی	درد	بے باک چنین نہ زیر افلاک نشین از تخت فرود آ و بر خاک نشین
اے شاہ گدا کی طرز خاک پہ بیٹھ تو خاک مین ملجا نیکے پہلے پہلے	باقی	اس بادشہی سے درگذر خاک پہ بیٹھ تخت شاہی سے بس اتر خاک پہ بیٹھ
نیرنگئی تشبیہ ضرورت افتاد آن دل کہ چو آئینہ صفا آئین بود	درد	در عالم تنزیہ کدورت افتاد اکنون بہ گرفتاری صورت افتاد
نیرنگئی تشبیہ کی ضرورت آئی وہ دل جو صفا مین مثل آئینہ تھا	باقی	تنزیہ کے عالم مین کدورت آئی اب اوسکو گرفتاری صورت آئی

موجود چو در عالم اظہار شدیم اے درد ز نیرنگی خود فہمیدیم	درد	آگہ ز ہمہ نہفتہ اسرار شدیم وقتیکہ بصد رنگ نمودار شدیم
موجود جہان مین ہوئے اظہار ہوئے اپنی نیرنگی سمجھے اب ہم باقی	باقی	نظرون سے چھپے سب کے تو اسرار ہوئے سو رنگ سے جبوقت نمودار ہوئے
از محفل ہستی ست برون آسودن ہر چند ہمہ بعیش و عشرت گذرد	درد	شادی و طرب ہست بہ غم افزودن کم نیست مصیبت اینکہ باید بودن
اس محفل ہستی مین فراغت کیا ہے ہر چند گذرتی ہے خوشی سے لیکن	باقی	شادی و طرب ہمیشہ رنج افزا ہے کیا کم ہے مصیبت کہ یہان رہنا ہے
گر زندہ ام آلودہ بہ افکار تنم یارب تو بگو بذات پاکت سوگند	درد	ور مردہ ہمان بہشت دوزخ وطنم گزویش چگونہ بار ہستی فگنم
تا زیست تو مین فکر آسائی مین ہون یارب تو کہہ تجھے ہی تیری سوگند	باقی	مرجاؤن تو دوزخ اور جنت مین ہون کیونکر کندہے سی بار ہستی پھینکون
کردیم گنہ و مورد قہر شدیم ہر چند زمانہ کرد عصیان ہمہ محو	درد	افسوس کہ تلخ کام از زہر شدیم شرمندہ ز روئے نسبت دہر شدیم

ڈرتے ہیں کہاں گناہ کے قہر سے ہم ہر چند زمانہ محو کرتا ہے گناہ	باقی	ہوتے ہیں تلخ کام اس زہر سے ہم شرمندہ مگر رہتے ہیں اس قہر سے ہم
عالی و دونی بر تو نظر دوختہ است از فیض تو آب و رنگ بروے زمین	درد	در حسن تو ناز ہر کس اموختہ است در نور تو بزم انجم افروختہ است
اعلی ادنی کا ایک تو ہے ہامن آب و رنگ رخ زمین ہی تجھ سے	باقی	اور حسن سے تیری ہے یہ سب ناز زمن ہے نور سے تیرے بزم انجم روشن
اے درد ہر انچہ در وجود است اینجا گردون پشتی کہ خم شد از بہر رکوع	درد	تبعیت حکم او نمود است اینجا خورشید سرے کہ در سجود است اینجا
باقی ہیں جو اس جہان آثار وجود یہ چرخ ہے ایک پشت خم بہر رکوع	باقی	تبعیت حکم سے ہوئی اونکی نمود خورشید ہے ایک سر جو کرتا ہی سجود
علمے کہ ہمہ صرف جزو کل کردیم اکنون ناچار بہر صید وحشی	درد	جز جہل نبود چون تامل کردیم ما دیدہ و دانستہ تغافل کردیم
معلوم ہوا علم جزو کل ہم کو ناچار اب ایسے صید وحشی کے لیے	باقی	سب جہل تھا جب ہوا تامل ہم کو ہے دیدہ و دانستہ تغافل ہم کو

اے باعث پیدائی ہر نفس الامر شد حکم تو چون تتمہ نفوس عالم	درد	ہر کسی زمین گم شدہ گر نفس الامر جز امر تو نیست ہیچ در نفس الامر
تجھ سے ہی ہے ظہور ہر نفس الامر تتمہ کی طرح نقوش عالم ہے حکم	باقی	مجھ گم شدہ سے پوچھیے اگر نفس الامر جز امر کے تری نہیں در نفس الامر
درد آنکہ بمیدان بلا تاختہ است در عشق تو چون بسمل و پروانہ و گوی	درد	از خویش بریدہ با تو پرداختہ است جان دادہ و دل سوختہ سر باختہ است
باقی رہِ عشق میں قدم مارے ہے بس گیند اور پروانہ و بسمل کی طرح	باقی	تجھ سے جو جدا ہے کہاں یار ہے جان دادہ ہے دل جلا ہی سر ہارا ہے
خلقے در جستجوئے مال و جاہ ہے ہر کس بخیال آرزوئے دارد	درد	جمعے بتلاش دل برے دلخواہ ہے ما ئیم و تمنائے دلِ آگاہ ہے
مال و دولت کی حرص دنیا کو ہے ہر دل کو رہا کرتا ہے اک چیز کا شوق	باقی	ہر کس کو تلاش دلبر دلجو ہے ہم کو دل آگاہ کی جستجو ہے
تا پردہ کشائی عالم کیف کمیم از ہستی ما خفا پذیرد صورت	درد	پیدا کن جلوہ حدوث و قدیم ما نند سراب نقش بند عدمیم

کھولا ہے ہم ہی نے پردۂ کیف وکم ہستی سے ہماری ہوگی فانی صورت	باقی	ہے جلوہ نما ہم سے حدوث اور قدم ہے مثل سراب ہم سے ہی تصویر عدم
ہر لحظہ بہ طبع ہوسے میگردد یارب تو مرا بخویش گرویدہ کنی	درد	در دامن دل خار وخسے میگردد ترسم کہ بمن خلق بسے میگردد
ہے دل میں عوائجات دنیا کی چاہ یارب تو مجھے راستہ اپنا بتلا	باقی	دامن میں بھری ہے میرے گرد گناہ ڈرتا ہوں کہیں ہوئے نہ غفلت گمراہ
در گلشن دہر بسکہ غفلت کارے از روئے خدا نیامدت شرم آورد	درد	تخم گنہی ہر طرف می کاری باشد کہ ز روی خلق شرمی داری
تخم غفلت جہان کے گلشن میں نہ بو اللہ سے گر شرم نہ کی اے باقی	باقی	اور کشت گناہ کا مزارع ہی نہ ہو مخلوق ہی کے سامنے باشرم رہو
اے فطرت اسکافی خجلت تاثیر گر بندۂ حق شوی وگر بندۂ نفس	درد	شہرت باواز طبع ذلت تقریر در ہر صورت ز بندگی نیست گزیر
ہے فطرت اسکافی ہے خجلت تاثیر یا بندۂ حق ہو یا کہ ہو بندۂ نفس	باقی	گر شرم تری طبع ہے ذلت تقریر ہر حال میں بندگی سے ہوگا نہ گریز

دیدیم چو کشت زار آب و گل خود جیبے یہ درد بکن تماشائی بہار	درد	جز دانہ نگر فتیم ز تخم و حاصل خود اے دانہ توئی عقدہ صد مشکل خود
ہم دیکھے ہیں کھیت اپنی آب و گل کا دل کا پردہ اُٹھا کے بس دیکھہ بہار	باقی	اپنے ہی ہیں بیج اس حاصل کا اے دانہ تو ہی عقدہ ہے مشکل کا
ظاہر ز تو گرد عقل و معقولیت افراد وجود موجد و موجود اند	درد	در پردہ نہفتہ از تو مجہولیت مرات تو علیت و معلولیت
ظاہر ہے تجھی سے عقل معقولیت موجد موجود کا وجود اک تیرا	باقی	اور پردہ میں ہی تجھی سے مجہولیت آئینہ ہے علیت و معلولیت
برخیزد اگر ز دل قیود باطل یعنی کہ وجود حق بردے اظہار	درد	محو از نظرت شود شہود باطل برقع افگندہ از نمود باطل
اُٹھ جائے اگر دل سے قیود باطل اظہار کے رخ پہ اس وجود حق نے	باقی	اور محو نظر سے ہو شہود باطل برقعہ ڈالا ہے بس نمود باطل
گہ نالۂ دل مرا صدائے چنگست از نغمہ شکر و شکوہ ام نیست گریز	درد	گاہے دلم از نوائے نے دل تنگست تا تار نفس ہست ہمین آہنگست

نالاں ہے دل مرا کبھی مثل چنگ یا زمزمہ شکوہ ہے یا نغمہ شکر	باقی	رہتا ہی کبھی نوائے نے سے دل تنگ جبتک ہی نفس کا تار ہے ہے آہنگ
ربط بتو ہر گدا و شاہے دارد یعنے کہ بسان دانہ ہائے تسبیح	درد	گر حال خوشی و گر تباہے دارد ہر دل در خود نہفتہ راہے دارد
تیرے احباب یا گدا ہیں یا شاہ مانند دانہ ہائے تسبیح جدا	باقی	حالت انکی ہے خوب یا یکہ تباہ ہر دل میں ہی ایک عقل و تدبیر کی راہ
این کون و مکان جملہ ز آیات حق است اثبات خدا آنچہ کنی نفی تو است	درد	مظہر ہمہ اظہار ظہورات حق است نفی کہ نمائی بخود اثبات حق است
یہ کون و مکان جملہ ہیں آیات حق اثبات خدا کیا تو ہے تیری نفی	باقی	مظہر ہیں یہ سب ہیر ظہورات حق جب نفی ہیں کی اپنی یہ ہی اثبات حق
در بزم جہاں کہ وہم نسبت آئین چون آئینہ ہر کہ پیشت آید اے درد	درد	از آمد و رفت خلق فارغ بنشین او را تو با و نما و خود ہیچ مبین
یہ بزم جہاں ہے وہم نسبت کی سرا آئینہ صفت جو آگے تیرے آوے	باقی	اس آمد و رفت خلق سی تجھہ کو کیا تو کچہ بھی نہ دیکھہ اسکا منہ اسکو دکھا

در خارج نیست غیر حق جلوه گری هر شخص که پیش نظر آید چون عکس	درد	اینجا نه بود ز ما سوا لیش اثری می بینمش اما بجهان دگری
خارج نہین غیر حق کبھی دنیا مین جو شخص کہ آتا ہے نظر عکس مثال	باقی	باقی نہین ما سوا کوئی دنیا مین مین دیکھتا ہون اسکو ہی دنیا مین
از شادی و غم هر چه در امکان شمری در باغ ظهور چون گلت آورند	درد	از واہمه حضرت انسان شمری خواهی دل ریش خواه خندان شمری
ہے شادی و غم جو کچھ زمانہ مین عیان اس باغ ظہور مین ہے تو گل کی مثل	باقی	ہے واہمہ حضرت انسان پہچان یا اسکو دل یا ریش سمجھ یا خندان
بے لشکر و فوج پادشاهی کردیم اے درد بدولت فقیری اینجا	درد	بر مسند فقر کبریائی کردیم در کسوت بندگی خدائی کردیم
بے لشکر و فوج پادشاہی ہی ہمین بے شبہ بدولت فقیری باقی	باقی	مفلوکی بنا نا کبریائی ہی ہمین در پردہ بندگی خدائی ہی ہمین
انوار عقول شعلهٔ شمع اوست از بسکه وجود است بهر شی اقرب	درد	هر آئینه جسم و جان صیقل اوست هر چیز که هست صادر اول اوست

منقل سا ہے اوسکے شعلۂ انوار عقول ازبسکہ ہر ایک شئے سے وجود اقرب ہے	باقی	ہے آئینہ جسم اوسی سے مصقول سب صبا ورا اوّل ہے اوسی سے اِی چھول
گر کشتۂ عیشیم وگر غم زدہ ایم زین بیش نداشتیم کارے باخویش	درد	از دولت او ورد بایں عربدہ ایم از راہ نمایش بخود آمدہ ایم
شادی کبھی دل میں غم کبھی چھپایا ہے بھولا تھا راہ آپ میں وہ کب سکا تھا	باقی	باقی نے بدولت اسکے سب پایا ہے اس راہ نمانے آپ میں لایا ہے
عمریست کہ چون زلف پریشان خودیم تا جلوہ یار جلوہ گر شد در ما	درد	چون غنچہ گل سر بگریبان خودیم آئینہ صفت ہمیشہ حیران خودیم
ہم زلف کی صورت ہیں پریشان اپنے جب سے کہ ہوا ہے ہم میں وہ جلوہ فزا	باقی	ہیں غنچہ روش سر بگریبان اپنے آئینہ صفت ہیں آپ حیران اپنے
ہر پست و بلند واقفِ راز ہم ست این نغمہ ظہور از تقابل دارد	درد	چون زیر و بم ساز ہم آواز ہم ست ہستی و عدم زمزمہ پرداز ہم ست
ہر پست و بلند واقف راز ہیں آپ یہ نغمہ ہم ظہور ضدین سے ہے	باقی	اور زیر و بم ساز ہم آواز ہیں آپ ہستی و عدم زمزمہ پرداز ہیں آپ

اے درد مراز نغمہ ہایم دریاب اے زمزمہ پرداز بساز قانون	درد	آہنگ من از صوت و صدایم دریاب تفصیل مقام از نوایم دریاب
غم کو مرے نغمہ بکا سے سمجھو اے زمزمہ سنج تم ہو گر قانون دان	باقی	آہنگ مرا صوت و صدا سے سمجھو بس میرے مقام کو نوا سے سمجھو
اے آنکہ وجود تست ہر جا موجود شد مادہ است علت ایجاد صدور	درد	واصل ز تو نشناختہ کس را موجود در صورت نیست جز ہیولا موجود
یارب ہے وجود تیرا ہر جا موجود ہے مادہ تیرا علت ایجاد صدور	باقی	واصل نے کسی کو نہیں سمجھا موجود صورت میں نہیں ہے جز ہیولا موجود
ہرچند کہ صافیم کدورت اثریم یعنی کہ بغفلت کدہ خلق ای درد ہست	درد	محو یم و لے ہمان پریشان نظریم چون آئینہ چشم باز و ما بے خبریم
ہرچند کہ صاف ہون کدورت ہے مگر خلقت کدہ دہر مین آئینہ کی شکل	باقی	ہون محو و لے میری پریشان ہے نظر گو آنکھ کھلی ہے کچھ نہیں ہم کو خبر
گر رنگ طرب بخاطر آمیختہ است حیرت زدہ طلسم ہستی شدہ ایم	درد	گہ گرد ملال بر سر بیختہ است کاین بحر چہ موجہا برانگیختہ است

دل میں کبھی رنگ طرب آمیختہ ہے حیرت زدہ طلسم ہستی ہیں ہم	باقی	گہ گرد ملال سر بسر بیختہ ہے اس بحر میں کیا موج برانگیختہ ہے
اے کردہ خراب فکر چون و چندت ہموارہ بہمواری خود کوشش کن	درد	آوردہ ہوا و حرص اندر بندت غیر از تو کسے نیست کہ گوید پندت
کرتے ہیں خراب چون او چند تجھے ہموار اپنے کو آپ کرے باقی	باقی	کس حرص نے کر رکھا ہے پابند تجھے ہے تیرے سوا کون کہ دے پند تجھے
از راحت چند روزہ خوشدل نشوی گر غافلی از شہود ہستی خدا	درد	وز خنجر رنج و درد بسمل نشوی اے ننگ عدم ز مرگ غافل نشوی
اس راحت عارضی سے خوشدل تو نہ ہو غافل ہے شہود ہستی حق سے اگر	باقی	اور خنجر رنج و غم سے بسمل تو نہ ہو اے ننگ عدم اجل سے غافل تو نہ ہو
باید کہ ز فکر زندگانی گزری اے دیدہ و ند اندیشۂ عالم بہ گزر	درد	وز حرص و ہوائے کامرانی گزری زان پیش کہ زین جہان فانی گزری
باقی افکار زندگانی سے گزر پہلے ہی تو در گذر وہ اندیشہ کو	باقی	اور حرص و ہوائے کامرانی سے گزر کرتا ہے جو اس جہان فانی سے گزر

اے شیخ بہ خلق از کرامات مگو منظور اگر بیہودہ گوئی باشد	درد	اخبار پریشان بہ مباہات مگو دیگر چہ کم است این خرافات مگو
اے شیخ نکر ہم سے کرامات کی بات منظور اگر بیہودہ گوئی ہے تجھے	باقی	اخبار پریشان و خیالات کی بات باتین ہین بہت نکر خرافات کی بات
اے درد گہے بہ آبیاری وضو اکنون بہ در میکدہ باید رفتن	درد	دل سوی شگفتگی نمی آرد رو کاین عقدہ کشاید مگر از دست سبو
دیکھا کیئے ہم بھی آبیاری وضو اب ہمکو ہی میکدہ مین جانا لازم	باقی	جس سے ہووی شگفتگی کچھ دل کو شاید کہ یہ عقدہ حل کری دست سبو
اے کردہ تمام عمر در بحث خراب زین بیش ز اہل ذوق ابرام مکن	درد	یک نکتہ خاموشی ست صد گونہ کتاب دیگر چہ سوال ست کہ واویم جواب
کرتا ہی عبث بحث مین کیون عمر خراب اب اس سے زیادہ نہ تو کر بس تکرار	باقی	اک نکتہ خاموشی مین ہی لاکھ کتاب پھر کیا ہے سوال دیجئے ہم تو جواب
گہ خال اور اسکا خط میگویند این طرفہ کہ آنچہ می نمایند بیان	درد	یاران ز حسن ہر نمط میگویند ہم راستیست و ہم غلطی گویند

ہم اسکو کبھی خال کبھی خط کہتے ہین طرفہ یہ ہے جو کچھ کہ کرتے ہین بیان	باقی	اوس حسن سے دوست ہر نمط کہتے ہین کچھ سچ کہتے ہین کچھ غلط کہتے ہین
اے کردہ خراب عمر در چون و چرا از ما بجز اقبال نہ بینی گاہے	درد	عارف نشدی اگرچہ گشتی ملا ہر چند کہ ایراد نمائی بر ما
اس چون و چرا مین صرف وقت گیا ہم نے بجز اقبال کے امید نہ رکھی	باقی	عارف نہوا پڑھ کے ہوا گو ملا ایراد کیا تنے اور یہی کرتا جا
زین پیش بدل ز دلبران بود خلل از حسن پرستی نگذشتیم آخر	درد	خون کرد جگر دو کنون فکر اجل حالا شدہ منظور نظر حسن عمل
پہلے تھا دلبری دلبر کا خلل ہم حسن پرستی کو نہ چھوڑین گے کبھی	باقی	اب خون جگر کو کرتی ہے فکر اجل منظور نظر ہوا ہے اب حسن عمل
در بزم خیال ما کہ رشک چمن ست ما آئینہ وار گلشن تصویریم	درد	اے درد گل حسن دگر خندہ زن ست بے رنگ بہار ما چو رنگ سخن است
ہے بزم خیال اپنا رشک گلشن تصویر کے باغ کے ہین ہم آئینہ وار	باقی	باقی گل آرزو ہے پھر خندہ زن بے رنگ بہار ہین اپنی پھر رنگ سخن

پیدا نیست آن زمان کہ ناپیدا بود رنگِ اظہار متبدل ساختہ است	درد	قدرِ تو بلند و منزلت اعلیٰ بود طاؤس بہ بیضہ ہم سر عنقا بود
جب باغ جہان مین تو نہین آیا تہا رنگ اظہار متبدل ہے ورنہ	باقی	تہے قدر بلند مرتبہ اعلیٰ تہا طاؤس انڈے مین ہمسرِ عنقا تہا
وحدت شدہ سامان بہار چمنم در گلشن دہر درد چون خوشۂ تاک	درد	بیرون ز خودم نہ برد حب وطنم خود شیشہ و خود بادہ و خود انجمنم
وحدت مرا سامان بہار دل ہے اس باغ جہان مین خوشۂ تاک کیطرح	باقی	بیخود ہون کہان حب وطن حائل ہے خود شیشہ ہے خود بادہ ہی خود محفل ہے
یک عمر گدائی ز گردون کردیم اکنون کہ نمودہ ایم چشمے پیدا	درد	وز کوری دل نظر بہ ہر دون کردیم مانند حباب کاسہ واژون کردیم
اک عمر گدائی ہم نے گردون سے کی کاسہ کو کیا ہم نے نگون مثل حباب	باقی	اور کوری سے امید ہر اک دون سے رہی اب آنکھ ہوئی پیدا تہی تدبیر یہی
سلطان کہ بر اسباب چو کس می نازد درویش کہ بے نوا و بے پروا ہست	درد	بر بال و پر خود چو مگس می نازد بر خاطر بے نیاز بس می نازد

ہے باعثِ نازِ شاہ اسباب ہوس درویش کہ بے نیاز و بے پرواہے	باقی	جیسے کہ پر و بال سے اُڑتی ہے مگس نازان ہے وہ اپنی بے نیازی پر بس
نے مارگزیدہ و نہ عقرب نیشم فرق من و تو باعث این تفرقہ ہاست	درد	ہوشست کہ کردہ این ہمہ دل ریشم قربان تمیزِ بے تمیز خویشم
بچھونے نہ سانپ نے کبھی مجھکو ڈسا فرق من و تو نے تفرقہ ڈالا ہے	باقی	بس ہوش نے ہائے مجھکو دل ریش کیا ہون اپنے تمیز بے تمیزی پہ فدا
گاہے سخنے از دہنش می گفتم افسوس ز علم ناشناسا یک عمر	درد	گہ از دہن خود سخنش می گفتم او بود کہ در دہن منش می گفتم
کرتا تہا کبھی سخن دہن سے اُسکے بس بات نہ پوچھہ ناشناسائی کی	باقی	رکہتا تھا کبھی دہن سخن سنج مجھے کہتا تھا مین آپ دردِ دل سیا اُس سے
در رنج و بلا قدم بہ ماتم نہ زنی روشن ز تو بزم بندگی چون شمعست	درد	آئین رضا و صبر برہم نہ زنی ہر چند کہ سوزند ترا دم نہ زنی
رنج اور مصائب سے نہ غم کر زنہار ہے محفل بندگی کی ہے یان شمع صفت	باقی	آئین رضا نہ چھوڑ اسے صبر شعار ہر چند جلائین تو نکر دم بھی نہ مار

تا چند ز فوت مدعا رنجیدن تا چشم گشادہ است چو آئینہ ات	درد	دوکان ہوس ز جہل برخود چیدن در پیش آید ہر آنچہ باید دیدن
ہرگز نہو فوت مدعا سے رنجور جب تک کہ کھلی ہے آنکھ آئینے کی شکل	باقی	دوکان ہوس کی بند کر اے معذور آ جائے جو آگے دیکھ آنکھوں سے ضرور
اے مرد طرب باش خوش و آسودہ چندان مکن غور در افلاک و نجوم	درد	رنجے مبر از فکر جہان بیہودہ کین گنبد بے در ز کسی نکشودہ
اے مرد طرب خوش ہو آسودہ ہو افلاک و نجوم پر نکر غور عبث	باقی	بیہودہ جہان کی فکر سے خستہ نہو کس نے کھولا ہے گنبد بے در کو
اے درد چرا بہ کنج باغش جوئی من در رہ افتادہ چون نقش قدم	درد	ور بہرچہ در میان راغش جوئی از من جوئی اگر سراغش جوئی
کس واسطے اوسکا باغ مین جویان ہے اوسی راہ مین ہون نقش قدم مجھسے پوچھ	باقی	کس واسطے اوسکا راغ مین جویان ہے تو جس کا جہا نمین سراغ جویان ہے
اے درد ترا نہ ہمنشینے باید اکنون کہ نشستہ درین کلبہ ترا	درد	نے یار و ندیم و نے قرینے باید چشم و دل و اشک آستینے باید

باقی تجھکو نہ ہم نشین سے ہے کام اس کلبہ مین بیٹھا ہی تو بس اب تجھکو	باقی	کچھ دور سے مطلب نہ قرین سے ہے کام چشم و دل اشک آستین سے ہے کام
یک لحظہ اگر دہر بہ باغنت دارد بر صحبت رنگین کسان دل نہ نہیم	درد	چون لالہ مدام داغ داغنت دارد تنہائی عجب فراغت دارد
گو مجھکو بہار باغ مین رکھتی ہے اس صحبت رنگین سے مین باز آیا ہون	باقی	لالہ سا عیب داغ مین رکھتی ہے تنہائی مجھے فراغ مین رکھتی ہے
بار ہستی کہ دوش طاقت شکست اکنون چہ ضرور ماندنت مثل نگین	درد	تہمت نام بر تو ای درد نہ بست بہتر تو از میان کہ نقش تو نشست
بار ہستی سے ہو سبکدوش کہین باقی اب کیا ضرور رہنا تجھکو	باقی	تہمت نام او حاصل ہی نہین تنہا ہے نقش اٹھ تو مانند نگین
اے مرد ستیزہ اگر از خلق آزاد گذر بر سر تو نہند پا مردم دہر	درد	رنجے میر از ذلت و خواری زنہار تو از رہ انکسار سر بر پا دار
مخلوق سے ہو نہ تجھے آزار اگر اگر سر پہ تیرے پاؤن رکھین مردم دہر	باقی	اس ذلت و خواری کا کبھی رنج نکر رکھ تجھ سے انکے پاؤن پر اپنا سر

اے درد ز مردمانِ اہل عرفان مارا مطلب بجز بیان تصنیف	درد	از وضع کلام میتوان یافت نشان مانند معانی بہ کتابیم نہان
باقی جو ہے خواستگار اہل عرفان ہمکو گر ڈہونڈہتا ہی تصنیف مین ڈہونڈہ	باقی	ملتا ہی کلام ہی سے بس اسکا نشان معنی کی طرح کتاب مین ہین پنہان
ہر چند ہمہ پا و سر و اعضائیم اے درد ز ماتیکہ سخن میگوئیم	درد	لیکن آنیم کہ جملہ ناپیدائیم چون نغمہ ز ساز خود برون می آئیم
ہر چند کہ ہم پاؤن سر اور اعضا ہین ہنگام سخن ساز سے اپنے باہر	باقی	لیکن ہین وہ ہم کہ جملہ ناپیدا ہین آتے ہین نکل مثال اک نغما ہین
تا کے بہ تلاش مال خواہی کوشید پوشیدن جامہ ہا مکرر شدہ است	درد	با ہر بد و نیک دہر خواہی جوشید اکنون از خویش چشم باید پوشید
کب تک یہ تلاش دولت سیم و زر سو بار قبا عبا سی تن ڈہکا ہے	باقی	کب تک یہ بد و نیک کے صحبت کا اثر اب اپنی سے آنکھہ بند کرنا بہتر
چون آمدۂ بعالم امکان باش اینجا اے درد خود صلائے عامیست	درد	دیدی کہ بوضع جہان خندان باش یک چند درین خانہ تو ہم مہمان باش

اس عالم امکان مین تا امکان رہ ہے یان جو صلائے عام سن اے باقی	باقی	اس وضع جہان کو دیکہہ اور خندان رہ تو بہی اس گہر مین کوئی دم مہمان رہ
آنرا کہ درین باغ دلش باخبر است خود فعل جزائے خود شود روز جزا	درد	پاداش عمل ہمیشہ مدنظر است چون تخم بدست شاخ آید ثمر است
اس باغ مین انجام کی ہی جس کو خبر فعل اپنی جزا کا آپ ہی روز جزا	باقی	پاداش عمل کی فکر ہے مدنظر ہاتہہ آئے جو تخم شاخ کے ہی وہ ثمر
آن دم کہ کشاید در بخشش غفار از راہ معیتے کہ دارد با ما	درد	آید ہمہ اسرار نہان در اظہار ما را جمال اوست چشم دیدار
جب کہولیگا دروازہ بخشش غفار ہم سے جو وہ رکہتا ہے معیت کی راہ	باقی	ہو جائیگا اسرار نہان کا اظہار ہے اس کے جمال ہی سے چشم دیدار
اے حاصل تو ز زندگانی مردن اے غرہ وہم خود پرستی مردے	درد	تا چند پے حیات فانی مردن پیش از مردن اگر توانی مردن
حاصل تری زندگی کا آخر مرنا ای باقی خود پرست مردی ہی ہی	باقی	کب تک ہو حیات ہو فنا پر مرنا پہلے مرنے سے ہو سکے گر مرنا

خون جگرت ہنوز خوردن باقیست از کشمکش ہستی آفت بنیاد	درد	یعنی نفس چند شمردن باقیست معلوم نجات تا کہ مردن باقیست
ہے خون جگر ابھی تو پینا باقی اس کشمکش ہست سے کیا ہوگی نجات	باقی	ہے جامہ حیات اب بھی سینا باقی مرتے ہیں کہاں ابھی ہے جینا باقی
نے شاہی درو نے گدائی داریم نے نشہ نارسا و نے نالہ رسا	درد	نے ساز غنا نہ بے نوائی داریم فریاد ز دست نارسائی داریم
شاہی ہے ہمیں نہ کچھ گدائی ہے ہمیں ہے نشہ نارسا نہ ہے نالہ رسا	باقی	ہے ساز غنا نہ بے نوائی ہے ہمیں باقی فریاد نارسائی ہے ہمیں
دردے کہ زمانہ گہ بدروش نرسد دریاب کہ بیمار سازد دل را	درد	آسیب ز دست گرم و سردش نرسد جائیکہ رسیدگی بہ گردش نرسد
اس درد کے درد کو نہ پہونچا کوئی پہونچاتی ہے پاس اسکے دلکو مسیحا	باقی	اُس کے دم سرد کو نہ پہونچا کوئی اوس جا کے گرد کو نہ پہونچا کوئی
نے مال مرا باید و نے فوج و سپاہ ترک اسباب بہ ز جمع اسباب	درد	از قطع تعلقم بود حشمت و جاہ گر دولت فقر ہر گدا گردد شاہ

دولت مجھے چاہیئے نہ کچھ فوج و سپاہ بہتر اسباب سے ہی ترک اسباب	باقی	ہے قطع تعلق ہی مری حشمت و جاہ اس دولت فقر سے گدا ہوتے ہیں شاہ
گر مردم محتاج ز غم می گریند وقتست کہ از دست زمانہ اکنون	درد	زان پیشتر ارباب نعم می گریند چون ابر ہمہ اہل کرم می گریند
محتاج ہی کیا دکھا کے غم روتے ہیں ہاتھوں سے زمانہ کے جہاں میں باقی	باقی	سب روتے ہیں ہاں نہ ایک ہم روتے ہیں مانند سحاب اہل کرم روتے ہیں
در سر نہ ہوای مال و جاہے دارم صاحب نظرم توجہی گر بکند	درد	در دل نہ غم زر و سپاہے دارم چون آئینہ چشم یک نگاہے دارم
ہرگز میں نہیں عطا رشتہ کا محتاج صاحب نظر ایک دم توجہ جو کرے	باقی	دل میرا نہیں فوج و سپہ کا محتاج آئینہ صفت ہوں اک نگہ کا محتاج
اے بیخبر اتفاق می باید کرد از وہم خودی نفاق خیزد غافل	درد	با ہمدگر اتفاق می باید کرد از خود گذر اتفاق می باید کرد
اے بیخبر اتفاق کرنا ہے ضرور اس وہم خودی سے ہی نفاق اے غافل		با ہمدگر اتفاق کرنا ہے ضرور خود سے گزر اتفاق کرنا ہے ضرور

مصرع	شاعر	مصرع
اے کردہ تلف عمر گرانمایۂ خویش از عالم غیب آنچہ خواہی درتست	درد	در صحبت ہر فقیر و مرد درویش اے مخزن اسرار الٰہی اندیش
کرتا ہے تلف عمر کو کیون اپنی ہر آن جو عالم غیب مین ہے سب ہے تجھ مین	باقی	صحبت مین فقیرون کے عبث ہی نادان اے مخزن اسرار الٰہی پہچان
صد حیف کہ جملہ دوستداران رفتند اکنون من واماندہ چہ سازم چہ کنم	درد	زین دشت تمام شہسواران رفتند اے درد کجا این ہمہ یاران رفتند
صد حیف تمام یار و دلدار گئے واماندہ رہا ہے ایک باقی ناچار	باقی	جن جن سے کہ اپنے دلکو تہا پیار گئے یارو یہ کہو کہان یہ سب یار گئے
برہم چون گل ز دست اوراق خودیم از ماست ہر آنچہ درد بر ماست ہمہ	درد	آتش زدہ شرار چقماق خودیم اے وائے کہ با این ہمہ مشتاق خودیم
ابتر ہین برنگ گل سب اوراق اپنے ہم ہی سے ہے سب درد جو ہے ہم پہ	باقی	ہم اپنے شرار ہین ہین چقماق اپنے اے وائے کہ پہر آپ ہین مشتاق اپنے
چندے کہ معاش کامرانی کردیم اے درد کجا ز دست دشمن آید	درد	غافل ز معاد زندگانی کردیم ما آنچہ بخود ز مہربانی کردیم

کی خوب معاش کامرانی ہم نے دشمن بھی کبھی نکر سکیگا باقی	باقی	بے فکر معاد و زندگانی ہم نے اپنے پہ جو کی ہے مہربانی ہم نے
ہر جا زنے و چنگ صدا می شنویم گر چشم کشائیم تو مد نظری	درد	آہنگ ترا نام خدا می شنویم در گوش نہیم ہم ترا می شنویم
ہر سمت سے جو صوت صدا سنتا ہون جو دیکھتا ہون مد نظر ہے تو ہی	باقی	آہنگ ترا نام خدا سنتا ہون جو سنتا ہون بس نام ترا سنتا ہون
برخاستہ گر ز دل شہود غیرت در خلق خدا بغیر خوش خلقی نیست	درد	سوئے ہمہ کس بعجز باشد سیرت خیرے کہ بود باعث ذکر خیرت
اُٹھ جائے جو یہ شہود موہوم غیر خلق خوش سے خلق کیا بہتر	باقی	ہر سو ہو تجھے بس عجز و حدت کی سیر یہ خیر ایسا ہے جس سے ہو ذکر خیر
حیرت از چشم گفتگو ہا افگند چون برق و شرار نارسائی تلاش	درد	یاس آمد و از دل آرزو ہا افگند آتش در جان گفتگو ہا افگند
الجھن حیرت نے گفتگو میں ڈالی افسوس یہ نارسائی برق و شرار	باقی	یاس آئی تو خاک آرزو میں ڈالی آتش دل و جان جستجو میں ڈالی

در خاطر ارشاد اگر مخطور است خود را شب و روز صرف یاران سازی	درد	عزلت ای درد نیز مسلک دور است اجرائی طریقہ است اگر منظور است
خاطر میں ہے ارشاد جو تیری مخطور کر آپکو صرف جملہ یاران شب و روز	باقی	عزلت باقی ہے مسلک عقل سے دور اجرائی طریقہ تجھکو گر ہے منظور
اے درد ندیدہ کہ در دیدہ کور بس ہستی ما کہ از عدم ممتاز است	درد	فرقے نبود میان تاریکی و نور در آئینہ علم نمود است ظہور
دیکھا نہیں ہے آپنے مگر دیدہ کور یہ ہستی ہے اپنی جو عدم سے ممتاز	باقی	اوس کو نہیں کچھ بھی فرق تاریکی و نور آئینۂ علم میں کیا اس نے ظہور
در بحر تو اے حباب گم خواہی شد اندک اے ذرہ سعی دیگر کا خر	درد	در باد تو اے سحاب گم خواہی شد در پرتو آفتاب گم خواہی شد
دریا میں بس اے حباب تو گم ہوگا اے ذرہ کوئی دم تو ٹہر پرتو میں	باقی	چلتے ہی ہوا سحاب تو گم ہوگا نکلے گا جب آفتاب تو گم ہوگا
پختیم خیال خام پیدا کردیم یعنی اے درد ہمچو عنقا از خلق	درد	آزاد شدیم و دام پیدا کردیم گم گردیدیم و نام پیدا کردیم

حاصل ہے پختگی مین سودائی خام یعنی باقی جہان مین عنقا کی مثال	باقی	آزادی ہی ہے ہماری حق مین اک دام گم ہو کے کیا ہے ہمنے پیدا یہ نام
ہر گوشہ صدائے صید بیابان دارد گر عقدہ خاطرت کشاید بینی	درد	ہر غنچہ بہ مشت خود گلستان دارد ہر قطرہ بہ جیب خویش طوفان دارد
ہر گوشہ مین اک شور بیابان ہے یہان عقدہ دل کا کھلے تو تجہ آئے نظر	باقی	ہر غنچہ کی مٹھی مین گلستان ہے یہان ہر قطرہ کی جیب مین ہی طوفان ہے یہان
عمریست کہ وابستہ بہ تار نفسم معلوم نہ شد مرا ز فہم ناقص	درد	یعنی بہ شکنجہ ہوا و ہوسم یارب ز کجایم بکجایم چہ کسم
ہر چند کہ قیدی ہیولا ہین ہم وابستہ رشتہ نفس ہین لیکن	باقی	دل تنگ شکنجہ من وا ہین ہم آئے ہین کہان ہین کہان کیا ہین ہم
امکان کہ سراسر است معبود بغیب ہر چیز کہ پیداست بہ ضدش پیداست	درد	شد محو کمالات وجوبی لاریب آورد شہادت ہمہ ایمان بالغیب
امکان کہ سراسر ہے معبود بغیب جو چیز کہ پیدا ہے وہ پیدا ضد سے	باقی	ہے محو کمالات وجوبی لاریب لائی ہے شہادت اوس پہ ایمان بالغیب

علمست کہ ہر چہ ہست بنماید از و غیر از تصنیف نیک دیگر نہ بود	درد	ہر عقدہ کہ مشکل است بکشاید از و کارے کہ پس از تو کارہا آید از و
یہ علم ہی سب چیز کو بتلاتا ہے تصنیف نیک کے سوا کیا ہی کام	باقی	ہر عقدہ مشکل اس سے کھلجاتا ہے جو کام کہ بعد سب کے کام آتا ہے
یا رب جانے کہ جملہ ہمت زاید یا رب عملے کہ بر تو نزدیک کند	درد	یا رب جسدے کہ کار طاعت آید یا رب عملے کہ جز تو ام نہ نماید
یا رب وہ جان دے جس میں ہمت ہووے یا رب وہ عمل دے جس سے ہوں تیرے قریب	باقی	وہ جسم دے جس سے کار طاعت ہووے وہ علم دے جس سے تیری قربت ہووے
گر قطرہ آبیم و گر در شدہ ایم محتاج کدام و چیست محتاج اللہ	درد	بے صورت عجز نے تفاخر شدہ ایم پیمانہ عمریم ز خود پر شدہ ایم
ہیں قطرہ آب ہوں کہ باقی دُر ہوں محتاج ہے کون کیا ہی محتاج اللہ	باقی	اس عجز و تفاخر کا میں کب در خور ہوں پیمانہ ہوں اپنی عمر کا میں خود پر ہوں
ہر چند بہ علم و فضل ممتاز شوی بوئی نشنیدہ ز عرفان تا حال	درد	مشکل کہ بہ فقر نکتہ پرداز شوی مدت باید کہ واقف راز شوی

ہر چند تو علم و عقل میں ہے ممتاز عرفان کی بو نہیں ہے تجھ میں اب تک	باقی	مشکل کہ فقیری میں ہو نکتہ پرداز مدت باقی ہے تا کہ ہو واقف راز
گر دعوی ہستی ست بہتان ست این اے حضرت انسان تحیر انجام	درد	ور شکوہ نیستی ست کفران ست این خود را نشناختی چہ عرفان ست این
ہستی کا جو دعویٰ ہے وہ اک بہتان ہے اے حضرت انسان بحیرت انجام	باقی	گر شکوہ نیستی ہے بس کفران ہے خود ہی کو نہ پہچانا یہ کیا عرفان ہے
شو عاشق و در خود طلبی پیدا کن خورشید ندارد زکسے جلوہ دریغ	درد	یعنی پئے وصلش سببے پیدا کن اے ذرہ بر و تاب و تپے پیدا کن
عاشق ہے تو الفت کی طلب پیدا کر خورشید نہیں رکھتا ہی جلوے سے دریغ	باقی	منظور جو ہو فضل سبب پیدا کر اے ذرہ تو پہلے تاب و تپ پیدا کر
پندار خزان ما بہار ہستی اعیان ہمہ آئینہ وجود اند کہ کرد	درد	در نیستی است اعتبار ہستی در ذیل عدم جلوہ بہار ہستی
پیدا ہے خزان سے یاں بہار ہستی اعیان عدم میں ہوئے مرات وجود	باقی	ہے نیستی سب کی اعتبار ہستی جب جلوہ نما ہوا بہار ہستی

عالم کہ عدم بود نمیکرد نمود فیضی عامت گرفت دربر ورنہ	درد	در ضمن وجود خویش دادی تو وجود کس لایق این عنایت خاص نبود
عالم تھا عدم مین کچھ نمود ارنہ تھا اک فیض عام تھا دگرنہ کوئی	باقی	جب تو ہی نہ تھا وجود اظہار نہ تھا اس خاص عنایت کا سزاوار نہ تھا
جوع و عطش است آب و آتش فقرا دیدیم کہ اغنیا بسے محتاج اند	درد	از فرش زمین ست فراش فقرا اے درد معاش ست معاش فقرا
ہی بہوک اور پیاس آب و آتش فقرا اُنسے بہی زیادہ اغنیا ہین محتاج	باقی	اور فرش زمین کا ہی فراش فقرا کیا خوب معاش ہی معاش فقرا
در عشق نہ مرد خود پرستی باید اے آنکہ پُری ز باد دعوی چو حباب	درد	وارستہ ز خویش دل بدستی باید البتہ ترا بخود شکستی باید
ہوتے ہین خود پرست کب عشق پرست یہ باد غرور سب ہی ہین تجھہ مین	باقی	وارستہ ہوا ہی سے تو ہو دل ہی بدست مانند حباب تجھکو لازم ہی شکست
ای بیخبر از ہستی ہست مطلق کثرت نکنند ترا پریشان چو شود	درد	نگرفتہ از کتاب توحید سبق نصب العین تو معنی واحد حق

کیا جانتا ہے ہستی ہست مطلق کثرت سے پریشان نہو گا تو اگر	باقی	جس نے نہ لیا کتاب وحدت سے سبق نصب العینی ہے معنی واحد حق
ہر چند کدورت و صفا را یابی گو سر طبیعی و الٰہی فہمی	درد	لیکن نتوان کہ مدعا را یابی ممکن نبود اینکہ خدا را یابی
ہر چند کدورت او صفا کو سمجھے گو سر طبیعی و الٰہی پایا	باقی	لیکن ہرگز نہ مدعا کو سمجھے ممکن یہ نہیں ہے کہ خدا کو سمجھے
اے بندۂ عقل نیستی آگہ عشق گفتم بتو آنچہ گفتنم بود اکنون	درد	برتر بود از عقل بسے درگہ عشق خواہی رہ عقل گیر و خواہی رہ عشق
اے قیدی عقل تو نہیں آگہ عشق کہنا تھا جو تجھ سے کہہ چکے ہم باقی	باقی	برتر ہے بہت عقل سے درگہ عشق چاہے رہ عقل لیو چاہے رہ عشق
اکنون من و این گوشۂ زندان جنون سودا کسے نبود زین پیش مرا	درد	آباد کنم خانۂ ویران جنون شد زلف تو ام سلسلہ جنبان جنون
اب میں ہوں اور کنج زندان جنون اب تک سر میں نہ تھا کسی کا سودا	باقی	آباد کروں خانۂ ویران جنون ہے زلف تری سلسلہ جنبان جنون

گر داعیۂ محیط دارد سیلت چون قبلہ نما اگرچہ گردانندت	درد	خار و خس این دشت نگیرد ذیلت باید کہ بسوے یار باشد میلت
گر داعیہ دریا کا تری سیل کو ہے گو قبلہ نما کی طرح تجھکو پھیرین	باقی	نقصان نہ خار سی تیرے ذیل کو ہے دلدار کی جانب ہی تری میل کو ہے
اے درد اگر ز اصل و فرعت خبرست در آدم بود ذریاتش پنہان	درد	دریاب کہ تفصیل بہ اجمال درست در تخم چنان برگ و برے مستتر است
باقی جو ہی اصل و فرع سے تجھکو خبر آدم مین تھی ذریات سب اسکی نہان	باقی	تفصیل ہے اجمال مین آئی جو نظر مستور ہو جیسے تخم مین برگ اور بر
از عقل بمیدان جنون باید تاخت عمریست کہ از خویش جدا می تازم	درد	وز عرصہ وہم خود برون باید تاخت ہر چند ندانم اینکہ چون باید تاخت
میدان جنون کی دوڑ کیونکر چھوڑون اپنے سے نکل کے دوڑتا ہون لیکن	باقی	اس عرصہ سے باگ اپنی مین کیسے موڑون آتا نہین دوڑنا کہ کیونکر دوڑون
در فقر نہ جاہ و نے تجمل باشد اے درد متاع خانہ درویشان	درد	نے فکر خزنہ بار نے جل باشد تسلیم و رضا صبر و توکل باشد

نے آرزوئے جاہ و تجمل ہے ہمین باقی یہ متاعِ خانۂ درویشی	باقی	نے بار نہ خر ہے نہ غمِ جُل ہے ہمین تسلیم و رضا صبر و تحمل ہے ہمین
ہر چند زمین و آسمان می بینی اے نورِ نگاہ تو عباراتِ سلف	درد	لیکن نہ شناسی کہ چسان می بینی چیزیکہ شنیدۂ ہمان می بینی
تو گرچہ یہ سب ارض و سما دیکھتا ہے ہے تیری نگاہ مین عباراتِ سلف	باقی	آگہ نہیں کس طور سے کیا دیکھتا ہے ہے تو نے جو کچھ سنا وہی دیکھتا ہے
اے درد نیابی تو صبوری از وے دنیا چہ و عقبیٰ چہ دوئی ہجر آنست	درد	بعدست بقرب ہم ضروری از وے آنجا ہم اگر توئی تو دوری از وے
باقی کبھی تو نہ پائیگا صبوری اُس سے کیا دنیا کیا عقبیٰ دوئی مہجوری ہے	باقی	ہے قرب مین بعد بھی ضروری اُس سے اُس جا بھی اگر تو ہے دوری اُس سے
سوئے اجلم بسکہ سفر دم بدم است اے درد بگوشِ من صدائے گریان	درد	ہر دم پئے قطعِ راہ میل قدم است بانگِ جرسِ روندگانِ عدم است
عازمِ سفرِ اجل کا ہے یان ہر کس آواز نہیں دیتا ہے باقی گریان	باقی	ہر دم پئے قطعِ راہ ہے میلِ نفس یہ قافلہ عدم کا ہے بانگِ جرس

از بس ز جدائی کسان سوختہ ام یاد ایام رفتہ مد نظر است	درد	خرمن خرمن ز حسرت اندوختہ ام چون سوزن چشم بر قفا دوختہ ام
اصحاب غم سے جان جاتی ہی چلی یاد ایام رفتہ ہے مد نظر	باقی	حسرت نے لگائی چوٹ اکر ایسی نئی سوزن کی طرح آنکھہ قفا پر ہے لگی
چشم مست اگر ہمیشہ بیمار خود است حسن آئینہ جمال توحید بود	درد	در زلف پریشان سر و کار خود است ہر کس این جا بجان گرفتار خود است
آنکھون کی طرح ہوا ہون بیمار اپنا حسن آئینہ جمال وحدت ہے یہان	باقی	ہے اپنے ہی ساتھہ بس سر و کار اپنا ہر شخص ہے جان سے گرفتار اپنا
اے آنکہ تو ہر زشت و نکو را یابی آئینہ بہ برداری و معلوم تو نیست	درد	حیف است نہ آن جلوۂ زو را یابی دل را دریاب تا کہ او را یابی
کیا خوش ہوتا ہے خوب و خوار کو دیکھہ آئینہ بغل مین رکھہ کے کیون ہی غافل	باقی	بس چشم بطون سے جلوۂ یار کو دیکھہ پہلے دل دیکھہ پھر تو دلدار کو دیکھہ
آن ذات مقدس است ہر دم حاضر دست من و دامان رسول و آلش	درد	بر حال جہانیان ہر جا ناظر در ہر دو جہان است محمد ناصر

باقی

وہ ذات مقدس ہے جہانین حاضر
باقی کا ہے ہاتھ اور دامان رسول
اور جملہ جہانیان کا وہ ہے ناظر
ہے دونون جہان مین اک محمد ناصر

پوشیدہ نماند کہ رباعیات بابرکات معرفت آیات حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ ہر قدر کہ از کتاب علم الکتاب تصنیف خواجۂ مغفور بنظر این فانی البنیاد گرد باری پرشاد باقی در رسید و سرمۂ چشم آگاہی گردید آن جملہ را پیرایۂ اردو پوشانیدہ درج ساختم و برسالہ درد باقی موسوم گردانیدم۔

رباعیات فارسی مصنفہ حضرت باقی مرحوم
متعلق بمضمون درد

باقی

بے درد بود غافل و محو دنیا
دردا و دردا کہ درد در دہر نماند
با درد ہمیشہ سیکند یاد خدا
درد و شش بجہان ماند دل باقی را

ایضاً

آن درد کہ زمانہ محزون گردید
از سعی طبیبان نشدہ دفع عجیب
دل از اثر او ہمہ پرخون گردید
اے باقی دوائے درد دل چون گردید

〃

این درد کہ شد واسطۂ یاد خدا
اے باقی تو درد را از دل مگزار
خواہم کہ نگردد ز دل خلق جدا
تا درد شود واسطۂ یاد خدا

این درد نشد پسند عالم هرچند حیف است اگر درد پسندش نکند	باقی	ز و هست بدانست جهان رنج وگزند باقی که ز جان و دل بود درد پسند
از درد شده ناله بر چرخ برین اے باقی اگر چشم وفاے میداری	〃	دز ورد ز دل خاسته صد آه حزین این آه سرد و ناله درد ببین
هم ناله که عذاب میگردد درد بر حالت خود بلا تغیر باقیست	〃	هم شعله ز التهاب میگردد درد زان درد ز خویش باز میگردد درد
والله عجب مرد خدا بود آن مرد از قطع تعلقش بپرس اے باقی	〃	در وحدت نیست مثل او جامع فرد بنگر که جدا جداست هر حرف درد
شد درد محیط عالمی از اسرار بر گفته من اگر یقینت نه بود	〃	چون ساحل داشت بحر عرفان بکنار اعداد محیط عالم و درد شمار ۲۰۸ ۲۰۸
تا پیدا گشت درد او در جهانم هرکس از بهر درد درمان جوید	〃	عالم گرید ز درد و من خندانم یا رب چه کسم که درد شد درمانم
باقی تو چگونه راز وحدت فهمی از شرک تو موصل و حرفیت و علی	〃	یا رتبه درد با فضیلت فهمی زان نور چه فهمی که تو ظلمت فهمی

باقی بشناسی تو اگر فرع و اصل پیوستہ چو نام خویش با آن بی نام	باقی	وصلت حاصل شود بلا زحمت فصل از فیض جناب درد یابی وصل

کلام اردو جناب حضرت باقی متعلقہ حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ

رُخ تیرا ہوا ہے زرد باقی باقی تو ہے موصل دو حرفی	باقی	کیون پھرتا ہے آہ سرد باقی مقطوع ہے نام درد باقی
ہوگا نہ کوئی موحد ایسا یکتا ہے وہ قلب مین ہمیشہ	״	عرفان مین ہے درد فرد باقی ہے درد کا قلب درد باقی
شطرنج جہان مین جو دیکھا پھر درد ہوا محیط عالم (٢٠٨ ٢٠٨)	״	باقی ہے برنگ زرد باقی اعداد جو جمع کرد باقی
اُس کو نہ جدا سمجھ خدا سے وحدت کی صفا کی کیا خبر ہو	״	ہے مرد خدا یہ مرد باقی دل مین ہے دوئی کی گرد باقی

ہو جائیگا تجھکو اصل سے وصل
چاہے گا جو فیض درد باقی

تاریخ اُردو درد باقی

مصنفہ باقی صاحب

میخانہ معرفت مین جب آیا
تہا فارسی مین اون کا کلام موزون
اس میکدہ مین بادہ کش آجائین اگر
تہے اون کے رباعیات دو آتشہ مے

باقی

اور ٹھیرے جناب درد میرے ساقی
اُردو مین کیا ترجمہ با مشتاقی
ہوش اپنا نہ پائینگے کبہی وہ باقی
کمزور کیا زور کو بنکر ساقی

اُس ترجمہ کی مینے جو پوچہی تاریخ
ہاتف نے کہا حافظ و درد باقی
سنہ ۱۳۱۰ ہجری

ھو الباقی

رباعیات مصنفہ حضرت باقی صاحب

خوش مصرع لا اِلٰہ الا اللہ خوان در منقبت و مدحتِ اہلِ بیتش	باقی	ثانیش محمد رسول اللہ دان گردید رباعیات ما را عنوان
حمدِ تو چہ خوانم کہ دہان دادہ تست دل را چہ کنم تحفہ کہ او آن تو بہ تست	〃	وصفِ تو چگویم کہ زبان دادہ تست جان را چہ کنم نذر کہ جان دادہ تست
اے مشرک میکنی تو این شرک چرا ایک را دو تو بینی چہ بشکل احول	〃	یکتاست خدا دوئی روا نیست ترا اللہ بود وتر و یحب الوترا
اندر رہِ نعت تو چہ پوید باقی لولاک لما خلقت الافلاک بس است	〃	مضمون محامدت چہ جوید باقی زین بیش چہ یارا کہ بگوید باقی
ظاہر شدہ اعجاز تو بر ارض و سما انگشت تو شق نمودہ مہ را بہ فلک	〃	اذعان تو کردہ زیر پست و بالا در دست تو گویا شدہ سنگ خارا
تو نور حقیقی بہ مجاز آمدۂ مانند نظر بہ چشم عالم بودے	〃	با زودی از سرِ رہِ دراز آمدۂ گویم جان ترا کہ باز آمدۂ

باقی چه کنی منقبت آل رسول زین پس چه کنی وصف که کردست ز حق	باقی	هستند همه روح نبی جان بتول اندر حق شان آیه تطهیر نزول
ای حضرت بوبکر زهی صدیقی ذات تو سزا صلوات ست وسلام	״	تو اکبر اصحاب نبی تحقیقی تو ثانی اثنینی و بالتصدیقی
ای نام تو فاروق عمر ابن الخطاب فرمود ترا شیر خود پیغمبر	״	کردی تو فزون قوت دین از اصحاب زان رای تو شد موافق وحی کتاب
ای آنکه بنام حضرت عثمانی بیش از همه قربت و قرابت داری	״	داماد نبی مقرب یزدانی ذی النورینی و هم جامع القرآنی
ای افسر هاشمی علی شیر خدا در خم غدیر خود نبی گفت ترا	״	در شان تو شد لحمک لحمی زیبا من کنت مولاه علی مولا
آن عبد القادر کرامت احوال از شان ولایتش جهان آگاه است	״	پیریست به پیران جهان با جلال منظور شدش درو شد از ابدال
سید سلطان و خواجه و شیخ فقیر ای مولانا جلیل محی الدین	״	مخدوم و ولی پادشه و مهر ضمیر شد عرف تو دستگیر و ستم درگیر

یارب تا کے زخویش غافل داری برگردان از جهان دل باقی را	باقی	تا چند بسوئے خلق مائل داری تا کے دل دل کند بکن دلداری
هر روز که دفتر عمل بکشودم گو مشرف کارهائے شاهی بودم	"	کم کرده ثواب معصیت افزودم افسوس حساب جرم خود ننمودم
من پیرو حضرت فریدالدینم بوئے دارم ز طبله توحیدش	"	مرشد شده عطار ز فقرائینم یا با دینم مشمار یا بے دینم
من هندوم و زعشق بازان هستم انکار ز وحدت خدایم چون نیست	"	خال رخ عشاق زیبان هستم کافر مشمر مرا خداوان هستم
محبوب علی شاه دکن شاه من است یارب بکین آگاه دلش را از عدل	"	این آصف جاه با عشق جاه من است مصروف دعائش دل آگاه من است
آسوده دل آمدم ز کوئے عطار از عشق دماغ دل معطر دارم	"	دارم نظر صدق بسوئے عطار پر هست مشامم من ز بوئے عطار
من زله ربائے حضرت عطارم دبوئے دارم ز نافه ابرارش	"	صد طبله مشک هست اندر بارم منت نبود ز آهوئے تاتارم

نے بزم بود نہ من بیلاقی باقی خمار و خم و خمکدہ ہستند خراب	باقی	نے جام و نہ شیشہ و نہ ساقی باقی یک نشئہ وحدت است باقی باقی
گرداب و حباب و موج و دریا ہمہ اوست اسرار حسن و عشق گر می پرسی	״	ساقی و شراب و جام و مینا ہمہ اوست وامق عذرا و قیس و لیلا ہمہ اوست
عکس خورشید بہ آب صد ظرف نمود خود می فہمی کہ رفت ان عکس کجا	״	چون ظرف ازان شکست آن عکس کجا بود خود می دانی کہ عکس آن نظرف چہ بود
آثار وجود اوست در خلق پدید من میگویم جواب باید فہمید	״	گر ہست بگوئی بہ نظر چون نرسید مردم در دیدہ ہست کی دیدہ بدید
اے حشو باہنگ حساب سہو باب بگزار دوی اگر جمل میدانی	״	کن خرج ز فہم و سیر وحدت دریاب جمع و باقی یکیست در گیر حساب ۱۱۳ ۱۱۳
مادام کسے نیست بدنیا باقی فانیست ہمہ جہان و اسباب جہان	״	ماند نہ ہمیشہ ہیچ اشیا باقی باقی ذات حق ہست الا باقی
جمعیت ما بہر پریشانی ہست اینجائے امید زیست نادانی ہست	״	آبادی ما برائے ویرانی ہست روزے کہ باقی ہمہ جہان فانی ہست

نے جان و نہ تن نہ روئے و آبرو باشد ہست ہمہ نیست است اما باقی	باقی	نے تاب و توان نہ زور بازو باشد باقی باشد کسے کہ با او باشد
بود ہمہ را مدار بر نابودست شد بود ز نابودی و نابود ز بود	،،	تا بود ست انچہ در نظر نابودست ہستی ہمہ غفلت تو و نابودست
تا در ہوس وجود ہستی ہستی موجود شناسی و عدم در پیش است	،،	ہموارہ تو در نفس پرستی ہستی از روز ازل ہر انچہ ہستی ہستی
تا کے بہ غم وجود باشی مغموم راز عدم و وجود گر شد مفہوم	،،	انجام تو بود ز ابتدا ہم معلوم موجود وجود اوست باقی معدوم
تا کے گرد و فلک لکامست باقی ننگست باد از ین غلط فہمی ہا	،،	تا چند بمانی تو سلامست باقی ہستی فانی کہ کرد نامست باقی
عالم ہمہ غرقہ فنا خواہد شد زین باقی و فانی ازین بود نہ بود	،،	کن فہم پس فنا بقا خواہد شد حاشا و در آک از آشنا خواہد شد
نہ نہار سبین عکس جمال خود را گر چشم بصیرت است باقی بنگر	،،	رخسار و جبین و خط و خال خود را زین نقش فنا شکل آمال خود را

در کون و مکان از این و آن هیچ مگو خود هیچ بُدی و باز خواهی شد هیچ	باقی	هیچ است همه کار جهان هیچ مگو اے هیچ مدان هیچ مخوان هیچ مگو
احوال جهانیان بدیدیم سبے اخلاق و محبت بدلے باقی نیست	〃	هر کس دل خود بسته بفکر هوسے افسوس که نیست اندرین خانه کسے
جز نقص به هیچ پایه بهبودی نیست بازار دل است یا که بازار جهان	〃	سودا چکنم غیر زیان سودے نیست از نقد مراد هر دو را بودے نیست
ایوان رفیع و قصر و گلشن چکنم رفتند و گذاشتند یاران همه را	〃	در منزل بے ثبات مسکن چکنم آنان چه نموده اند تا من چکنم
گاہے بحصول مدعاها شادم زین هر دو گزیر نیست تا زیست مرا	〃	گاہے به وقوع یاس و غم ناشادم یا ناشادم درین جهان یا شادم
باقی نه من و نه تو نه باقی باقی زین هستی و نیستی متحیر وارم	〃	جز ذات خدا هیچ نه وافی باقی باقی فانیست غین فانی باقی
هستی و وجود ماست چون نقش بر آب باقی تو سر افراخته شکل حباب	〃	هستند درین بحر حوادث گرداب از باد غرور باشدت خانه خراب

از دانه شدم ریشه و ذر ریشه شجر از خامی من بود تغیر باقی	باقی	وز شاخ شدم برگ گل و غنچه ثمر چون پخته شدم دانه شدم بار دگر
در دیر و حرم مقام و منزل تا چند از خود بطلب اگر خدا را طلبی	؍؍	فکر اسلام و کفر اے دل تا چند تا چند زرا ز خویش غافل تا چند
این ساعت بیمین که تو داری اے یار هر لحظه ترا بے خبر آگاه کند	؍؍	آگاه کند چو شک بینی هر بار هر ساعت عمر را غنیمت بشمار
داری همه وقت چو ساعت در پیش زان عمر که باقیست شود کم هر دم	؍؍	بنگر ز مآل خویش اے دور اندیش دانی تو ز غفلت که شود عمرم بیش
بیداری ساعت فرنگی در بر اے باقی وقت را غنیمت بشمر	؍؍	می بینی هر وقت کارش اکثر از عمر تو هر دقیقه کم شد بنگر
در عالم فانیست ترا پیش سفر نے زاد و نه راحله نه یار و نه خر	؍؍	همراه تو آید نه برادر نه پسر غیر از عمل تو رهنما نیست دگر
جز آه بوقت سوز و سازی نیست هیهات مرا برنج اندوه فراق	؍؍	جز ناله مرا هیچ هم آوازے نیست غیر از دل من رفیق جان بازی نیست

مرتاض ریاضت نکند بی سببی ای من طلبت چه که قول عربت	باقی	بیدار بغیر مطلبی نیست شبی ما را خود بغیر وحدت طلبی
زاهد به نماز است برای جنت ما راحت دل بکوی او میخواهیم	״	عابد به نیاز در هوای جنت زنهار نه باشیم گدای جنت
عمر صد ساله ام شده چه خراب ضائع شده سی سال بطفلی و شباب	״	پنجاه از آن گذشته بشب در خواب در پیری پست رفت باقی چه حساب
حیوانست به فیض خویش بهتر از من جسم تو بخورد و نوش غافل همه عمر	״	گاو بره میش داده شیر و روغن بعد مردن غذای زاغ است و زغن
ای هیچ چه کرده تو گو انسانی صادر نشده از تو کار خیری باقی	״	در فعل نکوهیده بتر از حیوانی دائم به تن آسانی خود می مانی
هر چند نگاه جستجو هر سو دید آن کس که کشاد چشم باطن باقی	״	از دیدهٔ ظاهری کجا آن رو دید او را با خویش و خویش را با او دید
یا رب چه بگویم که کرم کن بر من من از تو طلب نمی کنم دیگر چیز	״	خود می بخشی گناه گارم گر من لطفی فرما که من نه مانم در من

هر قطره شود منبع آب حیوان بحر فضل تو گر بیاید در جوشش	باقی	هر ذره شود مشرق نور ایمان مهر مهر تو گر به گرد درخشان
کام دل ناکام تو میدانی تو آن جوهر جان چیست نمی‌دانم هیچ	〃	آغاز هر انجام تو میدانی تو این معنی ابهام تو میدانی تو
جان از تو دلم از تو بدن هم از تست هستی مانند تو بباغ هستی	〃	شاخ و گل و غنچه و چمن هم از تست آب و رنگ رخ زمین هم از تست
دنیا را عافیت مبارک باشد جز عرفان نیست عارفان را هوسے	〃	زاهد را عاقبت مبارک باشد ما را این معرفت مبارک باشد
مغموم مشو اگر وفات باشد چون باعث وصل حق ممات باشد	〃	از رحمت او به بین نجات باشد این مردن ما به از حیات باشد
وان حلقهٔ عیش با تمام دگر است این مسکن ما نیست که تو می‌بینی	〃	کیفیت بزم ما ز جام دگر است آنجا ز برائے ما مقام دگر است
هر چند صبا به شوق کوی تو رود بے راه روی بود چنین راه روی	〃	گو چرخ ز سر به آرزوی تو رود نتواند کس براه کوی تو رود

نے بندۀ اینم و نہ آنم باقی در شیوۀ طاعتم نہ یابی فرقے	باقی	بے شبہ غلام او بجانم باقی زانسان کہ بدم بندہ ہمانم باقی
خود را گم کردہ ام خدا یافتہ ام شیخ و راہب نیافتندش تبلاش	〃	از خویش خدا را بخدا یافتہ ام از کعبہ و دیر ماسوا یافتہ ام
ہے ہے چکنم فکر سبکساری خویش بار دو شتم سرم شدہ است ای یاران	〃	جز او نبود امید یاری خویش از پا بفتادم ز گران باری خویش
از کن مکن کون و مکان کارم نیست آنی تو کہ از آن تو این دانند	〃	وز وسوسہ ہر دو جہان کارم نیست من آن توام بہ این و آن کارم نیست
واللہ باطلاق خداست و نیست آگاہ کسی نگشت از ہستی او	〃	چون عکس ز آئینہ جداست و نیست چون بو بہ گل و غنچہ بپاست و نیست
اے دل چہ دلاوری تو اللہ اللہ انسان را میدہی تو قرب رحمان	〃	در جسم چہ داوری تو اللہ اللہ خوش ہادی و رہبری تو اللہ اللہ
چون آہ عبث اثر نکردی رفتی مثل برق آمدی و رفتی افسوس	〃	چون نالہ بجان خبر نکردی رفتی در قصہ دلم گذر نکردی رفتی

در ملتِ ما کافر و دیندار یکیست گر چشم بطون است ببین وحدت را	باقی	سر رشتهٔ سبحه تارِ زنّار یکیست گو دیده دو هست لیک دیدار یکیست
جان را محبوس تن نکردی چه شدی امکان و وجوب را بدیشان باهم	″	زین گونه ستم بمن نکردی چه شدی آن خالق ذوالمنن نکردی چه شدی
ای راه روان مرا سفر در وطن است این رمز ندانی تو که جاهل هستی	″	هم خلوت من مدام در انجمن است کیفیت این هر دو چه بو چمن است
درویش زبرای دل دوا بود دوا وقتیکه طبیب من خدا بود خدا	″	بیماری عشق هم شفا بود شفا عیسیٰ و مسیحش کجا بود کجا
یا هو یا هو بخوان به ذکر یا هو در قرآن است کل شیئ هالک	″	پندار تو جمله ما سوا ـ اما هو این کون و مکان فنا شود الا هو
چون مهر اگر جلوه نمائی چه عجب کس تا ورت بخلق عالم بظهور	″	روشن بکنی همه خدائی چه عجب نام تو خداست گر خود آئی چه عجب
دل رفت و خبر ندادو دلدار کجاست اندر ره دیر و کعبه هستم بخمار	″	مقصود و مراد جان این زار کجاست ای یار ره خانهٔ خمار کجاست

ثابت نشد اینکه قصد سیار کجاست این جمله عبث دوا دوی میبازند	باقی	منزل که آسمان دوار کجاست کس را خبرے نیست که آن یار کجاست
زآغوش من زار چو جانان برخاست وز دیده زار جوش عمان برخاست	״	صد ناله حشر از دل هم جان برخاست برخاست ندا و هزار طوفان برخاست
بیرون ز مکانست مکان من و تو جز کالبد خاک که خاکش بر سر	״	بے نام و نشانست نشان من و تو دیگر چه حجابست میان من و تو
فرمود تو بجودی شرابت چه دهم کردم چو سوال وصل با آن عیار	״	داری دل پر سوز کبابت چه دهم گفتا که تو من شدی جوابت چه دهم
باقی دل گم کرده خود باز نیافت هر چند تلاش کرد در عرصه دهر	״	مثلش یک آشنائے جانباز نیافت همراز چنین شریک انباز نیافت
بشنو تو نه گوش هوش میدارم یاد از دست جفائے چرخ نیلی افسوس	״	آن تخت سلیمان که بر فتی بر باد زو نام و نشان نیست چنان شد برباد
تا کے مانم ز خویش بیرون فریاد یارب غیر از تو نیست فریادرسی	״	تا چند ز غم دلم شود خون فریاد فریاد ز دست جور گردون فریاد

اے یار تصور تو چونی چکنم گویند عیانی و نہانی لیکن	باقی	حیرانم وصف بے چگونی چکنم نے بیرونی نہ اندرونی چکنم
اوّل آن شوخ در ربود از من بیدل کار دل بود صبر کردن باقی	،،	پس گفت بہ ہجر صبر را کن حاصل بیدل چکنم صبر ہمین شد مشکل
طنبور و چغانہ و رباب چنگ است از پردۂ ساز گو برون می آید	،،	بنگر کہ بسا رنگ درین نیرنگ است ہر نغمہ جدا مگر زیک آہنگ است
گر دید عیان وحدت و کثرت ہمہ او کو نام و وضع و حیثیت ہست جدا	،،	من میگویم مثال آن زمزمۂ تو در اصل ز گل کوزہ و جام ست و سبو
خود دلبر و خود دل است اللہ اللہ باکس نہ توافق است او را نہ تضاد	،،	خود کوزہ و خود گل است اللہ اللہ خود رہبر و خود منزل است اللہ اللہ
جانم ز دل و دیدہ در آفت افتاد از چشم نظارہ باز خود می گریم	،،	آن انچہ کہ دید این بجانش بنہاد ہم از دل و الٰہ خودم در فریاد
از گرمیِ عشق چند سازی تو قرار استقلالِ تو کیمیا می گردد	،،	بیہودہ مدہ بباد خود را زنہار سیماب صفت وے بشوق قائم نار

چون نیست بدل حب خدا ای زاهد بگذار همه مکر وریا ای زاهد	باقی	این صوم و صلات است چرا ای زاهد والله بالله تا کجا ای زاهد
ای ملا گر تراست علم منقول گر معرفت خدا نداری والله	"	اوقات مکن صرف به بحث معقول این علم و فضیلت تو بود است فضول
شد خلق جهان تمام ماشاء الله نقد بینش چنان کامل بود	"	هم پیدا صبح و شام ماشاء الله گردیده ظهور عام ماشاء الله
ای غافل و بی خبر زیاد خدا امروز چه تحصیل نمودی اینجا	"	هیچ است همه جهان و هم ما فیها داری بدل امید مراد فردا
جان رفته و خاک خفته این تن گردید جز حسن عمل نرفته همراه کسی	"	یا فی خرابیم دل من گردید بیگانه یگانه دوست دشمن گردید
این خلعت اکرم نقد کرمنا از خلعت خانه خدا گشته عطا	"	وین زیور بیش قیمت علمنا حیف است نگوییم اگر سلمنا
هر شخص از آن سوی رسید است اینجا شد حسن عمل کشاده باب جنت	"	افعال بد و نیک گزیدست اینجا قفل است آنجا مگر کلید است اینجا

تا چند غریق جهل مانیم افسوس صرف و نحو و بیان و منقول همه	باقی	افتاده به ورطهٔ گمانیم افسوس دانیم مگر هیچ ندانیم افسوس
چون طائر آشیان فراشتن جهاز هر سو که کنم نگاه بحر است محیط	〃	جا یافته‌ام شوده ام گه پرواز نادم به همان مقام میگردم باز
ای بار خدا تو مامن و ملجائے هر سو شده بحر ماسوائے تو محیط	〃	دورم متفکن زخود به بے پروائے چون مرغ جهازم که نیابم جائے
گر می پرسی که چون نه مردی بے من جانم پنهان شدست بزیر قدمت	〃	من چون میرم که هست مشکل مردن موسنت آمد و برگشت که خالی ابدن
هندو داند که باز آییم به جهان هر کس که شد از جهان نیاید خبرش	〃	مسلم گوید دگر نیاید انسان اینست یقین و آن همانست گمان
زین دار به مژده منت مبارک باشد جانان را یافتم ز فیضت ای مرگ	〃	این مژده بمنت مبارک باشد این جان بخشی منت مبارک باشد
اوست وجود هستی ما بالله در خلق شنفوست اینجا نه قیام	〃	جز درگه او کجا بود جا بالله لاحول ولا قوة الا بالله

در دہر اسیر محتشم گو باشم یا مسلم پاک یا کہ ہندو باشم	باقی	یا آنکہ چو درویش دعا گو باشم لعنت بر من اگر بغیر او باشم
ما سوئیش می دویم انشاء اللہ ما صورت موجیم تو دریا بکنار	〃	در راہش می رویم انشاء اللہ واصل ہم می شویم انشاء اللہ
از جائے کہ آمدیم اینجا اے یار زین راز خود آگہی چہ پرسی از ما	〃	لابد کہ ہمان جا بریم آخر کار تحصیل حاصل ست این استفسار
غفارا بخشش ترا امیدوارم پشت چہ کرام کاتبین برخوانند	〃	بے باک زروز حشر زان می نالم یکسر سیہ ست نامہ عصیانم
ہر چند بے گناہ گارم یارب تو ارحم الراحمین عالم ہستی	〃	از کردہ خویش شرمسارم یارب از رحمت تو امیدوارم یارب
کارم بنود چون و چرا یا اللہ مشغول بہ ذکرم ز دل میگویم	〃	دریای تو ام صبح و مسا یا اللہ اللہ اللہ بار ہا یا اللہ
اے فیض تو کردہ نام ما را نامی باقی رائکن عطا جلال واکرام	〃	زیباست ترا نیست فیض عامی عفا کہ تو ذوالجلال والاکرامی

اسم باقی حساب در بحر استشار برده ده ضرب و قسمتش ساز به بیست	باقی	ششش چند عدد شے کن و افزا یک را باقی بر یازده زن و سه بفزا
باقی اسمیست چون ز اسمای خدا ز آب کوثر بشو زبان را تو نخست	〃	اے مدعی از حفظ کنی هست روا آنگاه بگیر نام این باقی را
باقی که نیاز شیوهٔ عجز آئین است از چشم هلش مبین خلاف آئین	〃	در خلق خدا عاجز و بس مسکین است بنگر به حساب ابجد باقی پائین است
جانان که ز دل گزشت و در دل باقی است رویش همه جا او رفت و بوصل رفتگان شد مسرور تا صبح نشور	〃	در سینه دلم بشکل بسمل باقی است سرگرم فنا آن کس با دنگشته وصل باقی است صد وا ویلا
این یکصد و سیزده رباعی بنگر (۱۱۳) کام تو همه بر آید اندر عالم	〃	از باقی هم عدد بدان و بشمر اے باقی فانی تو کنی ورد اگر

تمت بالخیر